مرتب

جناب محمد راشد صاحب

مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴

پاکستان ایک نعمت ہے

مرتب

جناب محمد راشد صاحب

ناشر

مکتبہ دار العلوم کراچی

فہرست

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اسلامی جمہوریہ پاکستان اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہے جس کا خواب اکابر علماء دیکھتے چلے آئے تھے کہ انگریزی سامراج اور ھندو اکثریت سے نجات حاصل کر کے ایک ایسی اسلامی ریاست قائم کی جائے جہاں مسلمانوں کو بھاری اکثریت حاصل ہو اور وہ اپنی مرضی سے اسلامی آئین اسلامی اصولوں کی بنیاد پر ایسا اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی پوزیشن میں ہوں جو انگریزوں اور ھندوؤں کی بالادستی سے پاک ہو۔

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرّہٗ، محدّث العصر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے دیگر علماء اور مشائخ کی انتھک کوششوں کے نتیجہ میں بحمد اللہ پاکستان وجود میں آ گیا، اور آہستہ آہستہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے...... مگر یہ اسلامی ریاست ہمیشہ سے اغیار کی نگاہوں میں کھٹکتی رہی ہے اور اب بھی عالم کفر جن اسلامی ملکوں سے خائف ہے اور جنہیں کمزور کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے ان میں **المملکة العربية السعودية** اور اسلامی جمہوریہ پاکستان سرفہرست ہیں۔

عالم کفر ان دونوں اسلامی ملکوں سے نہ مکمّل مخاصمت مول لے سکتا ہے نہ انہیں ملیامیٹ کر پاتا ہے، مگر طرح طرح کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے ذریعہ ان دونوں ملکوں سمیت عالم اسلام کے تمام ممالک کو بدامنی، داخلی انتشار، مایوسی، اور باہمی اختلاف وقتال کا میدان بناتا رہتا ہے تاکہ یہ ممالک سر اٹھا کر کھڑے نہ ہو سکیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ عالم کفر کی طرح بعض دیندار حضرات اور دین کا نام لینے والے بعض گروپ بھی پاکستان کے خلاف اپنے دانت پیستے رہتے ہیں اور پاکستان کو اپنی سنگ

افشانی گفتار کا نشانہ بناتے ہیں کہ یہاں ہماری مرضی اور ہماری خواہش کے مطابق نظام کیوں نافذ نہیں؟ اور یہ کہ پاکستان کا وجود ہی غلط تھا۔

پاکستان جس طرح عالم کفر کا نشانہ ہے اور انڈیا میں مسلمانوں کی جو حالت ہے اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ پاکستان کا وجود یہاں کے مسلمانوں کے لئے کتنی بڑی رحمت ہے، پاکستان میں رہنے والے ہم جیسے مسلمانوں کی کرپشن اور پاکستان پر قابض ہونے والے نااہل حکمرانوں کے کرتوتوں کی وجہ سے اگر پاکستان کو نقصان پہنچا ہے تو وہ ہماری اوران کی نااہلی ہے نہ کہ پاکستان کے وجود کی خرابی، واضح رہے کہ اگر کسی مسجد کو امام، متوّلی اور بااثر مقتدیوں کی وجہ سے نقصان پہنچے تو اس کے ذمہ دار نقصان پہنچانے والے افراد ہوں گے نہ یہ کہ مسجد ہی کو بُرا کہنا شروع کردیا جائے۔

ایسی صورت حال میں ہر دردمند پاکستانی مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستان کو غلط قرار دینے کے بجائے ان غلطیوں کی اصلاح کرے جو اسلامی معاشرہ اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کو نقصان پہنچارہی ہوں۔

ڈیرہ اسماعیل خان کے جناب محمد راشد صاحب جو ایک دردمند مسلمان ہیں انہوں نے اس موضوع پر چند مضامین جمع کر کے ہمیں ارسال کئے تاکہ انہیں یکجا شائع کردیا جائے۔

یہ مختصر کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے ایسے ہی کچھ مضامین کا مجموعہ ہے، امید ہے کہ یہ مضامین اس سلسلہ میں مفید ثابت ہونگے، اللہ تعالیٰ ہمیں حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح کرنے اور اسلامی ریاست کو ترقی دینے اور سربلند کرنے کی توفیق سے نوازے آمین۔

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہٗ

۲۷/ رجب ۱۴۳۵ھ

۲۷/ مئی ۲۰۱۴ء

مسلمانوں کی قیادت کا مسئلہ

فکر انگیز مضمون

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہٗ

جب مسلمانوں کو داخلی وخارجی طور پر بڑے خطرات درپیش ہوں، معاشرہ میں باصلاحیت متقی قیادت موجود نہ ہو، البتہ اسلام سے رسمی تعلق کی حامل مسلمانوں کے مسائل سے درد دل رکھنے والی قیادت موجود ہو تو کیا اس صورت میں مسلمان اس قیادت کے گرد جمع ہو کر داخلی وخارجی خطرات سے نمٹنے کے لئے اپنے معاملات اس کے سپرد کرسکتی ہے، زیر نظر مضمون میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے، ان کا یہ مضمون ''ماہنامہ بیداری'' کے نومبر ۲۰۱۴ء کے شمارے میں قدیم رسالہ ''صدق لکھنؤ'' کے شمارہ ۲۷/ جون ۱۹۴۷ء سے نقل کیا گیا ہے۔

کوئی دانشمند اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ مسلمانوں کا ایک مرکز پر مجتمع ہونا ضروری تھا تو اب فرض ہے کیوں کہ اس ملک میں مسلمانوں کی قومی بقا بدوں اس کے محال ہے، لیکن مسلمانوں کی چند جماعتیں اور افراد اس نظم واجتماع میں شریک ہونے سے اس لئے رُکے ہوئے ہیں کہ ان کو قائدین مسلم لیگ پر کچھ اعتراضات ہیں۔

اس جگہ پہلے یہ سمجھ لینا ناگزیر ہے کہ کسی جماعت یا انجمن کا صدر ہونا اور شئے ہے اور امارتِ شرعیہ اور چیز ہے، بہت سے شبہات تو اس جگہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ ایک انجمن کے قائد کو اصلاحی اور شرعی امیر قرار دیکر اس کے احکام اس پر نافذ کر کے اس کے تمام شرائط اس میں تلاش کئے جاتے ہیں، مسلمانوں کی جنگ آزادی کا ماہر فن جرنیل ہونے کی حیثیت سے قائداعظم محمد علی جناح کو قائد تسلیم کیا گیا ہے، نہ کہ اس حیثیت سے کہ وہ مفتی ہیں، ان سے حلال وحرام کا فتویٰ لیا جائیگا، نہ وہ کوئی پیرومرشد ہیں اُن کی قیادت تو صرف مسلم جمہوریت نے صرف اس لئے تسلیم کی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو انگریز اور ہندوؤں سے مقابلہ درپیش ہے، انگریز اور ہندو عدو سے متصادم ہیں، انگریز اس وقت بین الاقوامی مقتضیات کی بنا پر چیخ اور پکار کی بنا پر ہندوستان کو آزادی دینا چاہتا ہے اور ہندو عددی اکثریت اور بے حد اور بے شمار دولت وثروت کے بل بوتے اس علاقہ کی تنہا مالک بننا چاہتی ہے، اور دس کروڑ مسلمانوں کے گلے میں طوق غلامی چاہتی ہے، اس لئے یہ جدل ہماری ہے، یہ جنگ کوئی توپ وتفنگ کی تو نہیں، بلکہ آئین وقانون کی ہے۔

اِدھر باتفاق موافق ومخالف یہ امر مسلم ہے کہ اس جنگ میں قائد محمد علی جناح سے بہتر جرنیل نہ صرف مسلم قوم، کی بلکہ کسی دوسری قوم میں بھی نہیں ہے، کس قدر بدقسمتی کی بات ہے

کہ وہ قوم اپنے اندر ایسا جرنیل رکھتے ہوئے تامل کرے کہ اس میں تقویٰ وطہارت کی کمی پاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تقویٰ وطہارت اسلام کا مقصودِ اعظم ہے، اگر مسلمانوں کے ہر کام کو چلانے والے متقی و پارسا میسر آئیں تو بلاشبہ سعادتِ کبریٰ ہے، لیکن اگر اس کام کے لائق متقی موجود نہ ہوں تو غیر متقی سے کام لے لینا اس فسق وفجور کے دور میں ہی نہیں، بلکہ خیر القرون میں بھی حرام نہ سمجھا گیا۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "السیاست الشرعیہ" میں لکھا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے کسی صوبہ دار نے دریافت کیا کہ دو فرد ہیں، پہلا فرد غیر متقی ہے، لیکن وہ اپنے فن کا ماہر ہے، جب کہ دوسرا فرد پرہیز گار ہے، لیکن وہ ماہر فن نہیں ہے، آپ فیصلہ کریں کہ عہدے کا مستحق کون ہے، آپ نے فرمایا:

> "پہلے فرد کی قوت مسلمانوں کے کام آئے گی اور اس کے اعمالِ قبیحہ کی خرابی اس کی ذات کو ہوگی، متقی کا تقویٰ اس کے کام آئیگا، اس لئے غیر متقی کا انتخاب ہونا چاہئے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عقلی وشرعی حیثیت سے کارگر اس کو ٹھہرایا، جو کام کی پوری اہلیت رکھتا ہو، اس کے ساتھ اگر تقویٰ وطہارت بھی ہو تو سبحان اللہ، ورنہ شرطِ اوّل کا لحاظ مقدم ہے۔

اس بارہ میں کھلا ہوا فیصلہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ رسالت سے سنئے، ارشاد ہوتا ہے:

> عن ابی هريرة قال قال رسول الله عليه وسلم الجهاد واجب عليكم مع كل امير بَرًّا كان اوفاجرا وإن عمل الكبائر ، والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم بَرًّا كان اوفاجرا وإن عمل الكبائر، والصلوٰة واجبة على كل

مسلم بَرًّا کان او فاجرا وان عمل الکبائر. رواہ ابوداؤد

(مشکوۃ شریف صفحہ ۱۰۰)

جہاد تم پر واجب ہے، ہر امیر نیک وبد کے ساتھ خواہ گناہ کبیرہ میں مبتلا کیوں نہ ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس قسم کے جابر اور غیر متشرع حکام کے بارے میں رسولِ خدا سے دریافت کیا اور اس کی اجازت چاہی کہ وہ اس کی قیادت سے باہر جائیں تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن عوف بن مالک الاشجعی یقول سمعتُ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول " خیار اَئمتکم الذین تحبونهم ویحبونکم، وتصلون علیهم ویصلون علیکم، وشرار ائمتکم الذین تبغضونهم ویبغضونکم، وتلعنونهم ویلعنونکم " قالوا قلنا : یارسول الله، افلا ننابذهم عند ذٰلک ؟ قال: " لا، مااقاموا فیکم الصلوٰة، لا، مااقاموا فیکم الصلوٰة، الا من وَلِیَ علیه وال، فرآه یأتی شیئا من معصیة الله، فلیکره مایأتی من معصیة الله، ولا ینزعن یداً من طاعةٍ"

(مسلم، باب خیار الائمة وشرارهم، حدیث : ۴۷۶۸)

خبردار جس پر کوئی والی (امیر مسلم) مقرر ہو جائے پھر اگر وہ اس کو دیکھے کہ گناہ کا مرتکب ہے تو اس گناہ کو برا جانے، لیکن اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ اٹھالے!!

عہدِ صحابہ میں جب ولید بن علقمہ امیر جماعت ہوا تو اس کے اعمال وافعال، اخلاق وعادات لوگوں کی نظر میں اچھے نہ تھے، لوگوں کو اس پر اعتراض ہوا تو اس وقت حضرت عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہی کلام پیش فرمایا:

اصبرو فان جور امامکم خمسین عاما خیر من مرج

امیر کے ناشائستہ اعمال پر صبر کرو تمہارے امیر کا پچاس سالہ ستم، فتنہ کے ایک ماہ سے بہتر ہے۔

یہی وہ چیز تھی جس نے بڑے بڑے صحابہ کرام ﷺ کو ان امرائے جور کی قیادت تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا، جو اگر اس زمانہ تنزل میں موجود ہوتے تو لوگ ان کو بڑی اور سخت اعتراضات کی نظر سے دیکھتے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے فقیہ مدینہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے بزرگوں نے حجاج بن یوسف جیسے ظالم و جابر کی قیادت کو تسلیم کیا، جس کی تلوار ہزار ہا علماء و صلحاء اور صحابہ کرام کے خونِ ناحق سے آلودتھی، دور کیوں جایئے، اسی ہندوستان پر پہلا اسلامی لشکر جو محمد بن قاسم ثقفی کی قیادت میں صحابہ و تابعین کو لئے جہاد کو پہنچا، وہ کس امیر کے حکم سے آیا؟

وہ امیر یہی حجاج بن یوسف ہے، جن کو ظالم امت کا خطاب تھا، حضرات صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی مقدس جمعیۃ جو ہند پر حملہ آور ہوئی اور فاتحانہ ہو کر جس نے سابق نیروان (حیدرآباد، سندھ) کو دارالسلطنت قائم کیا، اپنی تمام داخلی و خارجی سیاست میں حجاج بن یوسف کے زیر حکم کام کرتی رہی اور حجاج کے جو فرامین محمد بن قاسم ثقفی کے نام آئے وہ اس پر شاہد ہیں، ظاہر ہے کہ حجاج بن یوسف کے ظالمانہ و جابرانہ اور برے افعال کسی کو پسند نہ تھے لیکن قیادت و امارت کی مخالفت نظم اسلامی کے لئے مضر جان کر تعلیمات اسلامی کے موافق حکمت و تحمل سے کام لیا، اس نازک دور میں مسلمانوں کا جو نظم و اجتماع ہندوستان میں حق تعالیٰ کے فضل و رحمٰن سے حاصل ہے، وہ بلاشبہ اس کی ایک بھاری نعمت ہے اور مسلمانانِ ہند کی حیات کا واحد ذریعہ ہے، بعض قائدین لیگ کے اعمال و افعال کو بہانے بنا کر اس حاصل شدہ جمعیت یعنی نظام مسلم لیگ کو درہم برہم کرنا عقل و شرع کے منافی ہے۔

پاکستان

دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ
مفتی اعظم پاکستان

پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا

خطبہ مسنونہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ج وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ

لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ﴿﴾

بزرگانِ محترم، حضرات علمائے کرام، برادرانِ عزیز اور محترم خواتین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے پاکستان سے بچپن سے والہانہ محبت ہے

میرے لئے بڑی سعادت ہے کہ اس بابرکت اور مبارک مجلس میں خطاب کا موقع مل رہا ہے، مرکزی سیرت کمیٹی کا بھی میں ممنون ہوں کہ اُنہوں نے یہ موقع فراہم کیا، اور یہ مبارک مجلس منعقد کی، اِس پر میں اُنہیں قابل تحسین سمجھتا ہوں، اپنی عمر، مشاغل اور دیگر عوارض کی وجہ سے کافی عرصہ سے جلسوں اور اجتماعات میں میری شرکت کم ہی ہو پاتی ہے، اور پہلے بھی زیادہ جلسوں اور اجتماعات میں جانے کا معمول نہیں رہا، میں اصل میں پڑھنے پڑھانے والا آدمی ہوں، اگرچہ میرے ذمہ تدریس کی ذمہ داری ہے، لیکن میں استاد کم اور طالب علم زیادہ ہوں، ہمیشہ میں اپنے طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ انسان کتنا بھی بڑا عالم بن جائے وہ طالب علم ہی رہتا ہے، اس مرتبہ ہماری واہ آرڈیننس فیکٹری اور ہماری فوج کے ذمہ داران نے یہ اجلاس منعقد کیا تو میرے دل میں بے ساختہ اس میں حاضری کی خواہش پیدا ہوئی، مجھے اپنی فوج سے بچپن سے محبت ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مجھے اپنے پاکستان سے بچپن سے والہانہ محبت ہے۔

ہم نے بچپن میں قیام پاکستان کے لئے نعرے لگائے ہیں

میرا تعلق اُس نسل سے ہے جس نے انگریزی دورِ حکومت میں تحریک قیامِ پاکستان میں حصہ لیا تھا، میری عمر کا بارہواں سال تھا جب پاکستان بنا، ہم نے ''بچہ مسلم لیگ'' بنا رکھی تھی تقریباً چھ سو بچے اُس کے رکن تھے، دیوبند میں ہم جمعہ کی نماز کے بعد جلوس نکالا کرتے تھے، اور اُس کے بعد جلسہ ہوا کرتا تھا۔

ہمارے نعرے یہ تھے کہ:

بٹ کر رہے گا ہندوستان — بن کے رہے گا پاکستان
لے کے رہیں گے پاکستان — دینا پڑے گا پاکستان
اپنا سر کٹائیں گے — پاکستان بنائیں گے
سینہ پہ گولی کھائیں گے — پاکستان بنائیں گے
خون کی ندیاں بہائیں گے — پاکستان بنائیں گے
مسلم............مسلم — بھائی............بھائی
پاکستان کا مطلب کیا — لا الہ الا اللہ

اب اِس عمر میں تو ہمیں کل کی بات بھی یاد نہیں رہتی، لیکن یہ نعرے تو ہمیں بزرگوں نے سکھائے تھے، دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز اساتذہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، میرے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اور مولانا ظفر احمد تھانویؒ جیسے بزرگوں نے عطا فرمائے تھے، ہم نے طویل عرصہ تک یہ نعرے لگائے ہیں، پاکستان کا نظریہ بھی اِن نعروں میں ہے، ہمارا نعرہ ''مسلم مسلم بھائی بھائی'' تھا۔

انڈین کانگریس والوں کے بھی جلوس نکلتے تھے اُن کا نعرہ ہوتا تھا:

''ہندو مسلم بھائی بھائی''

پاکستان دوقومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا

علامہ اقبال، حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور قائداعظم مرحوم نے کہا تھا کہ ہندو مسلم بھائی بھائی نہیں ہو سکتے، بلکہ مسلمان بھائی بھائی ہیں، ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، ہندو اپنی سیاسی مصلحت سے کہتے تھے کہ ہندوستان میں جتنی قومیں رہتی ہیں یہ سب ایک قوم ہے، لیکن ہمارے بزرگوں نے کہا کہ نہیں یہ دو قومیں ہیں دو ملتیں ہیں اور یہی قرآن کا اصول ہے، قرآن نے دنیا کے انسانوں کی دو ملتیں بتائی ہیں:

دنیا بھر کے مسلمان ایک ملت ہیں اور کافر دوسری ملت

سورۃ التغابن کے شروع میں فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنكُمْ مُّؤْمِنٌ (التغابن:۲)

''وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے، اور کوئی مؤمن۔''

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام انسانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، اور مسلمانوں کے بارے میں سورۃ الحجرات میں فرمادیا کہ ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ'' ''یعنی دنیا کے مسلمان تو سب بھائی بھائی ہیں'' چاہے اُن کی زبانیں اور نسلیں الگ الگ ہوں، مقامات جدا جدا ہوں، رنگ اُن کے جدا ہوں، لیکن سب کے سب بھائی بھائی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً یہ ہی تعلیم دی تھی، ابوجہل سے جنگ کی، اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگالیا، جو افریقہ سے آئے تھے، صہیب رومیؓ اور سلمان فارسیؓ جو ایران سے آئے تھے اُن کو اپنے سینے سے لگالیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسل اور وطن کے لوگوں سے اسلام کی بنیاد پر جنگ کر کے بتلادیا کہ قومیت اور ملت دین کے نام پر قائم ہوتی ہے، چنانچہ تمام فقہاء اور علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ''اَلْكُفْرُ كُلُّهُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ'' یعنی دنیا بھر کے مسلمان ایک ملت اور ایک قوم ہیں، اور دنیا بھر کے کافر الگ ملت اور قوم ہیں، یہی دو قومی نظریہ تھا جس پر پاکستان بنا، اور مقصد لا اِلٰہ اِلا اللہ کی سربلندی تھی۔

مسلمانوں نے پاکستان کے لئے عظیم قربانیاں دیں

پھر پاکستان بنتے ہوئے ہم نے دیکھا، جیسے ہی پاکستان بنا تو ہندوستان میں دہلی، بہار، گڈھ مکیشر اور دیگر شہروں میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوگیا اور مشرقی پنجاب میں تو مسلمانوں کا قتل عام سب سے زیادہ ہوا، اور یہ قتل عام اس تیزی سے ہوا کہ اُن کی یہ کوشش تھی کہ اقلیتی علاقوں میں کوئی مسلمان زندہ نہ بچے، یہ ہمارے سامنے کے واقعات ہیں، ہم

دیوبند یوپی میں رہتے ہوئے روزانہ اخبارات میں پڑھتے تھے، پاکستان میں صرف ایک ریڈیو اسٹیشن لاہور میں تھا، اِس پر خبریں سنتے تھے، کتنے ہی مسلمان بھائی دہلی میں تھے، وہ وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے، دیوبند کے قریب سے ان کے پیدل قافلے گزرتے تھے، دیوبند کے لوگ ان کے لئے کھانے لے کر جاتے تھے، مالدار گھرانوں کی شہزادیاں اور خواتین پیدل سفر کر کے پاکستان کی طرف ہجرت کر رہی تھیں، لیکن وہ لوگ جب سہارنپور سے نکل کر مشرقی پنجاب میں داخل ہوتے تو وہاں سکھ اُن کا قتل عام کرتے تھے، سکھوں نے ہماری ہزاروں بیٹیاں اغوا کر کے اپنے گھروں میں رکھیں اور ان کی عصمتیں لوٹی گئیں۔

اگر پاکستان نہ ہوتا تو پاکستان کی پناہ گاہ بھی ان کے لئے نہ ہوتی، پاکستان بن چکا تھا جس کی وجہ سے ان مظلوم مسلمانوں کو پناہ مل گئی اور ہجرت کر کے مسلمان پاکستان پہنچ گئے اور ایسا بھی بکثرت ہوتا تھا کہ لٹے پٹے مسلمان مردوں اور عورتوں کو پاکستان لے جانے کے لئے دہلی سے اسپیشل ٹرین چلتی تھی وہ ٹرین جب مشرقی پنجاب سے گزر کر لاہور پہنچتی تھی تو ٹرین میں ہڈیاں، گوشت اور لاشیں ہوتی تھیں، شاذ و نادر ہی کوئی بچتا تھا۔

اتنے بڑے پیمانے پر مسلمانوں کا خون بہایا گیا، بالآخر ہمارا گھرانہ بھی قیام پاکستان کے آٹھ ماہ بعد کسی نہ کسی طرح ہجرت کر کے پاکستان آ گیا، آج ہمیں اِن قربانیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ کتنی قربانیوں سے پاکستان بنا ہے، کروڑ کے قریب مسلمان ہجرت کر کے پاکستان آئے اور اس نئے وطن کو ترقی دینے کے عظیم کام میں شامل ہو گئے، وہ گہرے دینی جذبات و احساسات لے کر پاکستان آئے تھے، کیونکہ وہ کہتے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ اِلا اللہ۔

آج ہماری نسل کو نظریہ پاکستان کی تعلیم نہیں دی جا رہی

پاکستان کن حالات میں بنا اور کن قربانیوں سے بنا، کن مقاصد کے لئے بنا، آج ہماری نسل کو اِس تاریخ سے باخبر نہیں رکھا جا رہا ہے، پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے، اور ہر نظریاتی

ملک کے بارے میں بچوں کو اسکولوں میں اور گھروں میں تعلیم دی جاتی ہے، بچپن ہی سے اُن کو اپنا قومی نظریہ بتایا اور سکھایا جاتا ہے، روسی اور چینی حکومت نظریاتی طور پر کمیونسٹ تھی، اُن کے بچے بچے کو بچپن سے کمیونزم کی تعلیم دی جاتی تھی، اسرائیل بھی نظریاتی ملک ہے، اُس میں بچوں کو بچپن سے یہودیت کی تعلیم دی جاتی ہے، ہمارا ملک پاکستان نظریاتی ملک ہے، اسلامی نظریہ کی بنیاد پر یہ وجود میں آیا تھا، اگر دوقومی نظریہ نہ ہوتا اور کانگریسی جماعت کی بات مان لی جاتی کہ ہندوستان میں رہنے والے سب ایک قوم ہیں، تو اکثریت حاکم اور اقلیت محکوم ہوتی، اور آج پاکستانی علاقوں پر بھی منموہن سنگھ کی حکومت ہوتی، افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ نظریہ پاکستان کو پوری طرح نہ ہمارے اسکولوں میں پڑھایا جارہا ہے، نہ ہماری تعلیم گاہوں میں اِس کو سکھایا جارہا ہے، اور میڈیا میں بھی بڑے پیمانے پر اسے اجاگر کرنے کی ضرورت تھی اُس پیمانے پر اُسے اجاگر نہیں کیا جارہا ہے۔

پاکستان کے ابتدائی دور میں پوری قوم متحد تھی

پاکستان کے ابتدائی دور میں پوری قوم یک جان تھی، اس وقت پاکستان میں صرف ایک ہی سیاسی پارٹی تھی مسلم لیگ، اسی مسلم لیگ نے پاکستان بنایا تھا سب اس کے جھنڈے تلے جمع تھے، قائداعظم محمد علی جناح اُس مسلم لیگ کے سربراہ تھے، لیاقت علی خان مرحوم اُن کے نائب اور پاکستان کے پہلے وزیراعظم تھے، جب پاکستان بنا، یہاں صنعتیں تقریباً ناپید تھیں، اُس وقت یہاں سیمنٹ کی صرف ایک فیکٹری کراچی میں تھی، ڈالمیا سیمنٹ فیکٹری، جبکہ کپڑے کا کوئی کارخانہ نہیں تھا، تقریباً ہر چیز باہر سے آتی تھی، لیکن الحمد للہ یہاں کے لوگوں میں بھی جذبہ تھا، نئے نئے آزاد ہوئے تھے پوری قوم نے متحد ہو کر ترقی کی۔

۱۹۶۵ء کا جہاد اور افواج پاکستان کی قربانیاں

۱۹۶۵ء کا جہاد ہماری تاریخ کا بہت اہم حصہ ہے ایک پڑوسی طاقت یعنی بھارت پاکستان کے اوپر اچانک راتوں رات حملہ آور ہوئی تھی، لیکن جس بہادری کے ساتھ پاکستان

کے عوام، پاکستان کے حکام اور پاکستان کی افواج نے اسلام اور اہل پاکستان کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں پیش کیں، وہ اپنی مثال آپ ہے، کلمہ لا الٰہ اِلا اللہ کی بنیاد پر جہاد شروع ہوا، جنرل ایوب خان مرحوم سے بہت ساری چیزوں میں علماء کو اختلاف تھا وہ اپنی جگہ پر ہے، لیکن جنرل مرحوم نے یہ بڑا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا تھا کہ انہوں نے صبح گیارہ بجے کے قریب اپنی تاریخی تقریر میں اعلان کیا کہ ہمارا جہاد کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر شروع ہو گیا ہے، پھر تو پورے ملک میں یہ کیفیت تھی کہ جیسے ہر شخص کے جسم میں بجلی دوڑ گئی ہے، آج تک ہمارے کانوں میں وہ تقریر گونجتی ہے، اخیر شب میں پانچ چھ بجے حملہ ہوا تھا اور ہمارے میجر عزیز بھٹی جیسے بہادر افسران نے اپنی جان کی بازی لگا کر اس حملے کو روکا تھا، ہماری بحریہ نے بھارت کے ایک اہم جنگی اڈے ''دُوارکا'' پر حملہ کر کے اسے تہس نہس کیا، پاک فضائیہ کے شاہینوں نے دشمن پر جھپٹ جھپٹ کر اس کی کمر توڑ ڈالی، ایم ایم عالم کے کارنامے بھی فضائی جنگ کا تاریخی اعجوبہ بنے، پوری قوم پھر یک جان ہو گئی تھی، سترہ دن تک جنگ جاری رہی اس مدت میں پورے ملک میں کوئی چوری کا واقعہ پولیس کے ریکارڈ میں نہیں آیا، پورے ملک میں آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوا، لوگوں نے ہوائی حملوں کے مقابلے کیے اور راتوں کو جاگ جاگ کر پہرے دیئے اور پاکستانی فوج پر پھول نچھاور کیے، پورے ملک کا عجیب منظر تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پوری قوم متقی پرہیزگار بن گئی ہے، غزوۂ بدر کی مثالیں سامنے آنے لگیں، یوں محسوس ہوتا تھا کہ فرشتوں کی مدد آسمان سے اتر رہی ہے۔

افواج پاکستان کی عزت میں اضافہ

پاکستانی فوج کی پوری دنیا میں وہ عزت بڑھی کہ اُس کی طاقت اور مہارت کا لوہا مان لیا گیا، سب سے بڑی طاقت ان کے ایمان کی طاقت تھی، ہر افسر کی یہ خواہش تھی کہ میں اپنے سپاہی سے آگے بڑھ کر اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤں، ہمارے افسروں اور جوانوں نے ایمان سے سرشار ہو کر اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اپنی جانیں دی

تھیں، اس وجہ سے پوری قوم کو اپنی مؤمن افواج سے ہمیشہ محبت رہی ہے بعد کے حالات نے اگرچہ اس محبت واعتماد میں کچھ رخنے ضرور ڈال دیئے لیکن مجموعی طور پر آج بھی قوم اپنی افواج سے محبت رکھتی ہے۔

پاکستانی سائنسدانوں نے ایٹم بم بنا کر پوری امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے

پاکستان کو اللہ رب العالمین نے جو نعمتیں عطاء فرمائیں ہیں، جن عظیم قدرتی وسائل سے مالا مال کیا ہے، اور اہل پاکستان کو جو غیر معمولی صلاحیتیں عطاء کی ہیں وہ ناقابل بیان ہیں، اور پاکستان سے واقفیت رکھنے والی اقوام اُن کا اعتراف کرتی ہیں۔

مجھے خاص طور سے اس اجلاس میں حاضری کا شوق اس وجہ سے بھی ہوا کہ یہاں ہماری واہ آرڈیننس فیکٹری ہے، اور یہ فیکٹری اُس فریضہ کو سرانجام دی رہی ہے جو قرآن کریم نے امت مسلمہ پر عائد کیا ہے، ارشاد ربانی ہے: ''وَاَعِدُّوْالَهُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ'' ''تم سے جو بھی قوت ہو سکے اپنے دشمنوں کے لئے تیار رکھو''۔ (الانفال: ٦٠)

قرآن حکیم کی اِس آیت نے یہ نہیں کہا کہ تلواریں اور نیزے تیار رکھو، بلکہ فرمایا کہ جو قوت تم تیار کر سکتے ہواُسے تیار کر کے رکھو یعنی جہاں اور جس وقت جس طرح کی قوت درکار ہو اسے تیار رکھو، تاکہ دشمن تمہارے دین اور آزادی کو سلب نہ کر سکے، حقیقت میں ہم نے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی بہت کی اور تاخیر بھی بہت کی ہے، لیکن یہ بھی ہے اللہ رب العالمین کا بڑا فضل ہے کہ یہ اعزاز بھی ہمارے پاکستانی سائنسدانوں کو حاصل ہوا کہ اُنہوں نے ایٹم بم بنا کر پوری امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا، آج پوری دنیا کے اسلامی ممالک میں صرف پاکستان ہی وہ واحد ملک ہے جس کے پاس ایٹمی طاقت ہے، اور ایٹمی ٹیکنالوجی بھی الحمد للہ ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے کہ بعض ایٹمی ملکوں کے پاس بھی اُس درجہ کی نہیں ہے۔

اسلام دشمن طاقتیں پاکستان کو اپنا سب سے پہلا دشمن سمجھتی ہیں

جو طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہیں، اُن کی نظروں میں سب سے زیادہ کھٹکنے والا ملک پاکستان ہے، انہوں نے اکثر سازشوں کا مرکز پاکستان کو بنایا ہوا ہے، اُن کا میڈیا پاکستان کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، پاکستان کی معاشی صورت حال کو تباہ کرنے کی کوششوں میں اُنہوں نے کوئی کمی نہیں کی، اور یہاں سازشوں کا جال پھیلا کر مسلمانوں کو آپس میں لڑوانے میں لگے ہوئے ہیں، دشمنان اسلام مسلم دنیا کے تو دشمن ہیں ہی، لیکن خاص طور سے پاکستان سے ان کی دشمنی پہلے نمبر پر ہے، پہلی وجہ اُس کی یہ ہے کہ پاکستان ہی وہ واحد ملک ہے جو کلمہ لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر وجود میں آیا ہے، اور اس کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے تمام مسلمان ایک ملت اور ایک قوم ہیں، دشمنوں کو یہ معلوم ہے کہ اگر یہ ملک ترقی کر گیا تو تمام دنیا کے مسلمان اس کے جھنڈے تلے جمع ہو سکتے ہیں، عملی طور پر بھی پاکستان نے پوری دنیا کے سامنے یہ بات واضح کر دی کہ دنیا کے تمام مسلمان ہمارے بھائی ہیں، اسی نظریے کی بنیاد پر ہندوستان اور برما کے تباہ شدہ مسلمانوں کو پاکستان میں پناہ ملی، جب روسیوں نے افغانستان پر حملہ کیا تو تیس لاکھ افغان مہاجرین کو پاکستان میں اسی نظریے کی بنیاد پر پناہ ملی، یہ صرف اسلامی اخوت اور دو قومی نظریے کی بنیاد پر پناہ دی گئی تھی، یہی اسلامی اخوت، اسلامی قومیت اور دو قومی نظریہ ہمارے دشمنوں کو کھٹکتا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ پوری مسلم دنیا میں ایٹمی طاقت صرف پاکستان ہی ہے، پاکستان کے علاوہ کسی اور مسلم ملک کے پاس ابھی تک یہ طاقت موجود نہیں، اِن دو وجہوں سے ہمارا وطن عزیز بیرونی سازشوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔

لیکن اقوام عالم کے سامنے یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ جو ملک ہمارے خلاف جارحیت کا ارادہ نہیں رکھتا، اسے نہ ہمارے دو قومی نظریئے سے پریشان ہونا چاہئے نہ ہماری ایٹمی طاقت سے، کیونکہ تمام ایٹمی طاقتیں اس پر متفق ہیں کہ ایٹم بم عالمی امن کا بہترین ذریعہ ہے،

ہمارا ایٹمی پروگرام بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے علاقائی امن کا مؤثر ذریعہ رہا ہے، اوراب بھی ایک مؤثر ذریعہ ہے، اگر ہمارے پاس ایٹم بن نہ ہوتا تو اب تک نہ جانے کتنی جنگیں پڑوسی ملک سے ہو چکی ہوتیں۔

دوقومی نظریہ سے کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے

دوقومی نظریہ سے بھی اقوام عالم کو کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دوقومی نظریہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مسلمان دوسری قوموں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی گذاریں، بلکہ ہمیں تو قرآن وسنت نے یہ تعلیم دی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہمیشہ خیر خواہی اور حسن سلوک کا معاملہ کرو، تجارتی وسیاسی معاملات میں جائز اور معقول حد تک باہمی تعاون سے اور صلح جوئی سے کام لو، معاہدات اور عدل وانصاف کی پابندی کرو، بلکہ جو غیر مسلم ہمارے ملک کے باشندے ہیں یا جو باہر سے عارضی طور پر قانونی طریقے سے یہاں آکر رہیں، ان کی تو جان ومال اور آبرو کی حفاظت یہاں کی حکومت اور مسلم معاشرے کی قانونی ذمہ داری ہے، ان کو اپنی عبادات پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے، ان کی عبادت گاہوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچانا بھی ہمارا دینی فریضہ ہے ان کا پرسنل لاء بھی قانونی طور پر آزاد ہے، اس میں کسی مسلمان کو کسی قسم کے ردوبدل کی ہرگز اجازت نہیں، اوران تمام امور کی ضمانت خود ہمارے ۱۹۷۳ء کے آئین نے بھی دے رکھی ہے ، وللہ الحمد۔

لہٰذا جو ملک ہمارے ساتھ جارحیت کا ارادہ نہیں رکھتا اُسے دوقومی نظریہ سے بھی پریشان نہیں ہونا چاہئے۔

پاکستان کے ابتدائی دور میں یہاں فرقہ واریت نہیں تھی

دشمن عناصر کی سازشوں کا بڑا حصہ یہ بھی ہے کہ ہمیں آپس میں لڑوایا جارہا ہے، اپنے لوگوں کی سادہ لوحی بھی ہے اور دشمنوں کی سازشیں بھی، ورنہ جب پاکستان بنا تھا، اس وقت یہاں فرقہ واریت کا نام ونشان بھی نہیں تھا، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ پاکستان کے

بانیوں میں شامل تھے، قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم اُن کو اپنا باپ کہا کرتے تھے، میرے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کے رفیق خاص تھے، مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ جن کے علم حدیث کا لوہا عالم عرب بھی مانتا ہے، قائد اعظم مرحوم کے کہنے پر ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو انہوں نے ڈھاکہ میں، اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قائد اعظم مرحوم ہی کی خواہش پر دارالحکومت کراچی میں پاکستان کا جھنڈا لہرایا تھا، اِن بزرگوں اور دیگر مسالک کے علماء کے درمیان باہمی اتحاد و اتفاق تھا، میرے سامنے کے مناظر ہیں کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ ہوتا تھا، ایک ہی گاڑی مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب، ابن الحسن جارچوی صاحب، حضرت والد صاحبؒ اور مولانا عبدالحامد بدایوانی صاحب کو جلسہ گاہ لے جاتی تھی، اور اِن مختلف المسالک حضرات کی ایک ہی اسٹیج سے سیرت طیبہ پر تقریریں ہوتی تھیں، یہ میرے سامنے کے واقعات ہیں، اب تو اِن واقعات کو دیکھنے والے بھی بہت کم رہ گئے ہیں، اِس لئے میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ آنے والی نسلوں کے سامنے یہ تاریخ رکھی جاتی رہے۔

اسلام نے مسلمانوں کے اندر پھوٹ کو کبھی برداشت نہیں کیا

اسلام نے مسلمانوں کی پھوٹ کو کبھی برداشت نہیں کیا، مگر بہت افسوسناک بات یہ ہے کہ اہلِ پاکستان آج دیوبندی، بریلوی، مقلد، غیر مقلد، شیعہ اور سنی کے جھگڑوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، آج مساجد بھی انہی فرقوں کے نام سے پہچانی جاتی ہیں، ہر مسجد کا ماحول مختلف ہے، مساجد میں ایک دوسرے کے خلاف باتیں کی جاتیں ہیں، یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم اسلام کے نام پر اسلام کی بنیادیں کھود رہے ہیں، درحقیقت یہ اسلام کی تعمیر نہیں بلکہ اسلام کی تخریب ہے، اسلام نے مسلمانوں کے افتراق اور اُن کی پھوٹ کو کسی حال میں برداشت نہیں کیا۔

اسلام نے مسلمانوں کو پھوٹ سے بچانے کا کتنا اہتمام کیا، اس کی چند مثالیں:

اسلام نے مسلمانوں کو آپس کی پھوٹ سے بچانے کا کتنا اہتمام کیا ہے اور اس کی خاطر کتنی دور اندیشی سے کام لیا ہے اس کی چند مثالیں میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

(ا) حطیم کو بیت اللہ میں کیوں شامل نہیں کیا گیا؟

بیت اللہ شریف حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کیا تھا، اور موجودہ حطیم کا کچھ حصہ بیت اللہ شریف میں شامل تھا، عرب لوگ اس کی پوری تعظیم کرتے تھے، قریش مکہ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ کعبہ شریف کے یہ پاسبان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نوجوانی کے دور میں قریش مکہ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر جدید کی، اور یہ طے کیا کہ اس میں حلال پیسہ ہی لگائیں گے، مگر جب تعمیر کرنے لگے تو پیسے کم پڑ گئے اس لئے، توانہوں نے کعبہ شریف کی لمبائی اور اُونچائی میں کمی کردی، اور دو دروازوں کے بجائے ایک دروازہ رکھ دیا۔

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدار پورے جزیرہ نمائے عرب پر چھا گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: اگر تیری قوم (یعنی مسلمان) حَدِیثُ الْعَھْدِ بِالْاِسْلَامِ نہ ہوتی (یعنی اگر یہ تازہ تازہ اسلام لائے ہوئے نہ ہوتے) تو میں اس بیت اللہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق تعمیر کرتا، (لیکن چونکہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں، اس لئے خطرہ ہے کہ اگر میں اسے منہدم کرکے حطیم والا وہ حصہ شامل کروں گا تو نئے مسلمانوں میں کچھ لوگ بے چینی کا شکار ہوں گے جس سے مسلمانوں میں پھوٹ کا اندیشہ ہے)(۱)

آپ ذرا غور فرمائیں کہ کعبہ شریف قیامت تک کے مسلمانوں کا قبلہ ہے، اور ہم

---

(۱) بخاری، باب من ترک بعض الاختیار مخافة ان یقصر فھم بعض الناس ...... الخ. (رقم الحدیث :۱۲۶، مسلم، رقم الحدیث :۱۳۳۳)

پانچوں وقت اُسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں، حج کا مرکز بھی وہی ہے، اُس کو نامکمل چھوڑ دیا، اور آج تک بیت اللہ شریف کی تعمیر اسی طرح نامکمل چلی آرہی ہے، اِس کو صرف اس لئے برداشت کیا گیا کہ مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑ جائے، مسلمانوں کی پھوٹ کو کسی حالت میں برداشت نہیں کیا گیا، آج بیت اللہ شریف سے بڑھ کر عظمت والی کوئی دوسری مسجد نہیں ہوسکتی، لیکن آج مسجد مسجد جھگڑے ہیں، اور شرمناک بات یہ ہے کہ یہ جھگڑے دین کے نام پر ہورہے ہیں، لوگ مرنے مارنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں، قتل وقتال پر بھی تیار ہوجاتے ہیں۔

(۲) عید کی نماز میں سجدۂ سہو کیوں معاف ہے؟

اس سلسلے کی ایک اور مثال یہ ہے کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ نماز میں اگر کوئی واجب چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، لیکن عیدین کی نماز کے بارے میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر ایسا ہوجائے تو سجدۂ سہو نہ کیا جائے، وجہ یہ بتاتے ہیں کہ نماز عید میں اجتماع بہت بڑا ہوتا ہے، اور عید کی نماز کا طریقہ عام نمازوں سے کچھ مختلف بھی ہے، اس میں اگر سجدہ سہو کیا جائے گا تو بہت سے وہ لوگ جو پوری طرح مسائل سے واقف نہیں ہوتے وہ اُلجھن کا شکار ہوجائیں گے، کوئی سجدہ کرے گا، کوئی سلام پھیرے گا، کوئی کھڑا ہوجائے گا، پھر آپس میں جھگڑا ہوگا، کچھ لوگ امام کے سر ہوجائیں گے کہ تم نے ہماری نماز خراب کردی، تو شریعت نے اُمت کو جھگڑے سے بچانے کے لئے یہ حکم دے دیا کہ یہاں سرے سے سجدہ سہو کرو ہی نہیں۔

(۳) بعض حالات میں نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنے کی اجازت

تیسری مثال یہ ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی عام حالات میں اجازت نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی مسجد نبوی کے بجائے باہر ایک جگہ نماز جنازہ ہوتی تھی، مسئلہ اب بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھی جائے، لیکن فقہاء کرام نے

لکھا ہے کہ اگر نماز جنازہ کے لئے جگہ ایسی ہو کہ لوگوں کا راستہ رکتا ہو تو پھر مسجد میں ہی پڑھ لی جائے، اگر چہ نماز جنازہ میں صرف چند منٹ ہی لگتے ہیں لیکن ایسی جگہ نمازِ جنازہ پڑھنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ راستہ بند ہونے کی وجہ سے کہیں لوگوں میں لڑائی جھگڑا نہ ہو جائے، تو اسلام میں مسلمانوں کی پھوٹ کو کسی حالت میں بھی برداشت نہیں کیا گیا۔

آج ہم پھوٹ اور افتراق کا شکار ہیں

آج ہم پھوٹ اور افتراق کا شکار ہیں، اور یہ پھوٹ صرف فرقوں کے نام پر ہی نہیں ہے بلکہ لسانیت کی بنیاد پر بھی ہے، پختون، پنجابی، سندھی، بلوچی اور مہاجر کے نام پر قوم کو تقسیم کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، سیاسی بنیادوں پر پھوٹ کی تو کوئی انتہاء ہی نہیں ہے، کتنی سیاسی جماعتیں ہیں، ہر جماعت یہ کہتی ہے کہ میں پاکستان کی علمبردار ہوں، اور قوم کی ہمدرد ہوں اور دوسرے سب نااہل اور بددیانت ہیں، اسلام نے اس طرح کے کاموں کی کبھی اجازت نہیں دی، اور یہ اسلام اور پاکستان کی خدمت نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اسلام دشمن اور ملک دشمن عناصر کی سازشوں کا بڑا حصہ ہے، آج دشمن عناصر پہلے ایک فرقہ کے لوگوں کو نشانہ بناتے ہیں اور پھر دوسرے وقت میں وہی دوسرے فرقے کے لوگوں کو نشانہ بناتے ہیں تاکہ اِن کے درمیان فتنہ فساد پیدا ہو۔ ہمارے ملک میں غیر ملکی سازشیں کارفرما ہیں اور اپنوں کی سادہ لوحی بھی رنگ دکھا رہی ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

اللہ تعالیٰ ہمیں اِن سازشوں کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے، کاش ہماری حکومت اِس سلسلے میں کوئی مثبت کام کر سکے، اور صحیح معنوں میں لوگوں کو نظریہ پاکستان پر مجتمع کر سکے، اور اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو جو ایٹمی طاقت دی ہے اُس کو مزید ترقی دینے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

❀..........................❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم
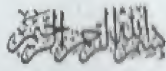
حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنھوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

تحریک پاکستان، یوم آزادی
اور ہماری ذمہ داریاں

خطاب
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

بروز جمعرات ۱۷ر شوال ۱۴۳۵ھ (۱۴ر اگست ۲۰۱۴ء) کو جامعہ دار العلوم کراچی میں یوم استقلال پاکستان کی پروقار تقریب منعقد ہوئی، جس میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہم نے جامعہ کے اساتذہ، طلبہ کارکنان اور دیگر حاضرین سے تحریک پاکستان، قیام پاکستان اور بعد میں پیش آنے والے حالات کے بارے میں بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ جوافادۂ عام کے لیے شامل اشاعت ہے..................(ادارہ)

والد صاحبؒ سے تحریک پاکستان کے زمانے میں جالندھر کے ایک جلسے میں پوچھا گیا کہ پاکستان کا قانون کیسا ہوگا تو والد صاحب نے بڑا حکیمانہ جواب دیا، فرمایا کہ جیسے وہاں کے مسلمان ہوں گے ویسا وہاں کا قانون ہوگا اگر پکے مسلمان ہوں گے تو قانون بھی پکے مسلمانوں کا ہوگا کچے مسلمان ہوں گے تو قانون بھی کچا ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
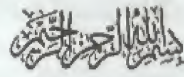
تحریک پاکستان، یوم آزادی اور ہماری ذمہ داریاں

الحمدلله نحمده ونستعينه نستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذبالله من شرورانفسناومن سيات اعمالنا من يهده الله فلامضل له ومن يضلله فلاهادی له ونشهدان لااله الاالله وحده لاشریک له ونشهدان سید نا وسندنا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى اله وصحبه اجمعين وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيرا امابعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾ (الحجرات:١٠)

حضرات اساتذۂ کرام، معزز علماء عظام، عزیز طلباء اور معزز حاضرین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ہمارا یوم آزادی ہے، یہ بھی یوم آزادی ہے، ہمارا یوم آزادی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا مقرر کیا تھا کہ رمضان ١٣٦٦ھ کی ستائیسویں شب تھی اور اگلے دن صبح کو جمعۃ الوداع تھا اس رات میں پاکستان بنا تھا۔ رات کو سوئے تھے انگریز کے دور حکومت میں آنکھ کھلی تو ہم آزاد ہو چکے تھے۔ ایسا مبارک مہینہ، ایسا مبارک دن اور ایسی مبارک رات اللہ

تبارک وتعالیٰ نے قیام پاکستان کے لیے مقرر فرمائی تھی۔ اصل یوم آزادی تو ہمارا وہ ہے لیکن یہ بھی یوم آزادی ہے، ایک تاریخ یہ بھی ہے۔ کاش ہم دونوں دن یوم آزادی منایا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں، ہمارے عوام اور حکام کو ہدایت عطا فرمائے اور توفیق دے کہ ہم دونوں دن یوم آزادی منایا کریں تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ چاند کی تاریخ بھی ہماری تاریخ ہے اور شمسی تاریخ بھی ہماری تاریخ ہے۔

جب پاکستان کا یوم آزادی آتا ہے تو تحریک پاکستان، پھر قیام پاکستان اور اس کے بعد کے حالات کی ایسی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں کہ اگر اس بارے میں بیان کرنے لگیں تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ کہاں سے یہ داستان شروع کریں اور کہاں سے نہ کریں، کیونکہ کوئی بات بھی چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا لیکن ظاہر ہے کہ بات مختصر ہی کرنی پڑتی ہے اور کرنی بھی چاہیے لیکن آج میں پاکستان کا تھوڑا پس منظر، تحریک پاکستان اور قیام پاکستان اور فوراً بعد کے حالات کا تھوڑا سا مختصر حال آپ کے سامنے ذکر کروں گا۔

میرا تعلق اس نسل سے ہے جس نے پاکستان کے لیے دیوبند میں نعرے لگائے تھے، جلوس نکالے تھے، جلسے کیے تھے اور تقریریں کی تھیں۔ میں دارالعلوم دیوبند کا طالبعلم ہوں میں نے قاعدۂ بغدادی دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں اپنے والد ماجد، دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے پڑھا تھا پھر میں نے پندرہ پارے دارالعلوم دیوبند کے درجہ حفظ میں حفظ کیے تھے، جب ہم ہجرت کر کے پاکستان آئے ہیں تو میرے پندرہ پارے حفظ ہو چکے تھے، میری عمر کا بارہواں سال تھا، تحریک پاکستان میرے سامنے کی بات ہے اور وہ ایسی داستان ہے کہ اب لوگ اسے بھلاتے جا رہے ہیں۔

پاکستان ہمارا ہے

ایک دن میں دارالعلوم سے دوپہر کو گھر واپس ہوا تو ہمارے سب سے بڑے بھائی جناب محمد زکی کیفی مرحوم، مولانا محمود اشرف صاحب کے والد ماجد گھر کی بیٹھک میں بیٹھے

تھے ان کے سامنے ایک تپائی تھی اس پر میں نے ایک نیا جملہ دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا تقریباً ایک فٹ لمبی تختی سی تھی اور تقریباً چھ انچ اونچی بلکہ ایک فٹ سے بھی زیادہ اس کی لمبائی تھی اس پر نیلی روشنائی سے بہت جلی حروف میں لکھا ہوا تھا پاکستان ہمارا ہے یہ لفظ میں نے پہلی مرتبہ پڑھا اس سے پہلے نہ کبھی پڑھا نہ دیکھا، اس وقت ہم پاکستان کا مطلب تو کیا سمجھتے لیکن لفظ بہت اچھا لگا اتنا اچھا لگا کہ زبان پر چڑھ گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے تحریک پاکستان اس تیزی سے چلی ہے کہ ہمارے گھر میں روزانہ کبھی علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ تشریف لا رہے ہیں کبھی ہمارے والد صاحبؒ وہاں تشریف لے جا رہے ہیں اور اس بارے میں مشورے ہیں، جلسے ہیں، جلوس ہیں، نعرے ہیں۔

بچہ مسلم لیگ کا قیام

ہمارے بزرگ تو اپنی جگہ کام کر رہے تھے۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ جو دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر محدث اور صحیح مسلم شریف کے استاد تھے ہمارے والد صاحبؒ نے مسلم شریف انہی سے پڑھی تھی۔ ہمارے والد صاحبؒ ابوداود پڑھاتے تھے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی صاحبؒ کی ہدایت پر تحریک پاکستان چلی، ان حضرات نے تحریک پاکستان میں بھر پور حصہ لیا اور ہندوستان کے طول وعرض میں جلسے اور تقریریں کیں۔ پھر مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن (مسلمان طلبہ کی جماعت) کے نام سے دیوبند میں ایک نوجوانوں کی تنظیم تھی، وہ بھی پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھی جس کا مرکز علی گڑھ تھا ان کیجلوس آئے دن نکلتے رہتے تھے۔ تیسری ایک تنظیم ہم بچوں نے بنائی تھی جس کا نام تھا بچہ مسلم لیگ، اس زمانے میں تحریک پاکستان مسلم لیگ چلا رہی تھی اور تحریک پاکستان کے خلاف ہندوؤں کی جماعت کانگریس تحریک چلا رہی تھی مقابلہ پاکستان اور ہندوستان کا، اور یوں کہیے کہ مسلم لیگ اور کانگریس کا تھا، چنانچہ ہم نے بچہ مسلم لیگ بنا رکھی تھی۔ دارالعلوم دیوبند کی جو مرکزی جامع مسجد تھی اس میں سب بچے مل کر جمعہ کی نماز پڑھتے تھے پھر ہمارا اس میں سے جلوس نکلتا تھا تقریباً چھ سو بچے اس کے رکن تھے اور ہم یہ نعرے لگاتے ہوئے شہر

میں گشت کرتے تھے:

لے کے رہیں گے پاکستان
دینا پڑے گا پاکستان
بٹ کے رہے گا ہندوستان
بن کے رہے گا پاکستان
اپنا سر کٹائیں گے پاکستان بنائیں گے
مسلم مسلم بھائی بھائی
پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

یہ ہمارے نعرے تھے یہ نعرے ہمیں ہمارے بزرگوں نے دیے تھے کسی سیاسی لیڈر نے نہیں دیے تھے ہمیں آج بھی وہ ایسے از بر یاد ہیں کہ بے شمار باتیں بھول جاتے ہیں لیکن وہ نعرے نہیں بھولتے کیونکہ وہ نعرے ہمارے دلوں میں لکھے ہوئے ہیں۔

پاکستان کا سب سے پہلا نعرہ

پاکستان کا سب سے پہلا نعرہ یہ ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ اور اِنما المؤمنون اِخوۃ دنیا کے تمام مسلمان جہاں کہیں بھی آباد ہیں وہ سب بھائی بھائی ہیں وہ کالے ہوں یا گورے ہوں، سرخ ہوں یا سفید ہوں، غریب ہوں یا امیر ہوں، کسی بھی علاقے کے رہنے والے ہوں کسی بھی زبان کے بولنے والے ہوں کسی بھی نسل سے ان کا تعلق ہو کسی بھی طرح کا لباس وہ پہنتے ہوں کوئی بھی زبان وہ بولتے ہوں ان سب کے دلوں پر لا الہ الا اللہ کا کلمہ ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

لاالہ الا اللہ اور إنما المؤمنون إخوة یہ بنیاد ہے پاکستان کی کہ دنیا بھر کے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

پاکستان بننا ضروری تھا

جب پاکستان بنا تو اس وقت اس کا اور زیادہ اندازہ ہوا کہ پاکستان بننا کتنا ضروری تھا کیونکہ پورے متحدہ ہندوستان کی مردم شماری چالیس کروڑ تھی ان چالیس کروڑ میں سے دس کروڑ مسلمان تھے تیس کروڑ غیر مسلم تھے۔ کانگریس کا نعرہ اور منشور یہ تھا کہ سیکولر اور جمہوری حکومت قائم ہوگی جس کا مطلب یہ تھا کہ تین چوتھائی اکثریت ایک چوتھائی اقلیت پر حکومت چلائے گی، آج اگر پاکستان نہ بنتا تو وہی وزیر اعظم جو ہندوستان پر حکومت کر رہا ہے آج اسی کی حکومت ہم پر بھی ہوتی۔ یہ انعام ہے اللہ تعالی کا جو پاکستان کو عطا فرمایا کہ ایک آزاد وطن عطا فرمایا، الحمدللہ اس پر ہم جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کریں کم ہے۔

سوچی سمجھی اسکیم کے تحت مسلمانوں کا قتل عام ہوا

پھر جب پاکستان بنا تو ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں مسلمانوں کا قتل عام پہلے سے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت شروع ہو گیا، بہار میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا، پھر مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا، دہلی میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا یہ سارے مناظر ہمارے سامنے کے ہیں۔

میری عمر کا بارہواں سال تھا جب ہم ۱۹۴۸ء میں ہجرت کر کے یہاں آئے ہیں اس زمانے کی باتیں ہمیں زیادہ یاد رہتی ہیں، ہمیں کل کی بات یاد نہیں رہتی مگر وہ باتیں تو ہمارے سینے میں لکھی ہوئی ہیں ہمارے دیوبند کی دو اہم شخصیات محتشم صاحب اور محترم صاحب دو بھائی تھے جب وہاں انتخابات ہوا کرتے تھے تو وہ شہر کی میونسپلٹی کے صدر منتخب ہوتے تھے وہ تحریک پاکستان میں شامل تھے اور چودہ اگست کو جب پاکستان بن رہا تھا تو قائداعظم کی دعوت پر وہ دہلی گیے ہوئے تھے اور ان کی دعوت پر پھر وہ قائداعظم کے ساتھ کراچی آئے

۔شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ بھی ان کے ساتھ آئے۔قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کا جھنڈالہرانے کے لئے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ سے درخواست کی، وہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحبؒ کا احترام ایسا کرتے تھے جیسا بیٹا اپنے باپ کا کرتا ہے اور قائداعظم نے کہا کہ آپ تحریک پاکستان کی بہت نمایاں شخصیت ہیں آپ پاکستان کا جھنڈا لہرایئے۔مشرقی پاکستان یعنی ڈھاکہ میں حکیم الامت حضرت تھانوی صاحبؒ کے بھانجے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ، صاحب اعلاء السنن سے کہا گیا کہ آپ جھنڈا لہرایئے۔الحمدللہ ہمارے بزرگ وہ ہیں جو پاکستان کی تحریک میں شروع سے شامل ہیں اور جھنڈے بھی انہوں نے لہرائے ہیں۔آج جب میں پرچم کشائی کررہا تھا تو مجھے یہ تصور خوش کررہا تھا کہ الحمدللہ ہم اپنے بزرگوں کی پیروی اور ان کی سنت پر عمل کررہے ہیں اللہ تعالی آئندہ بھی ہمیں اس جھنڈے کی عظمت کو برقرار رکھنے کی توفیق عطافرمائے۔یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے یہ جھنڈا مسلم قومیت کا جھنڈا ہے یہ جھنڈا لاالہ الا اللہ کا جھنڈا ہے کیونکہ نظریہ پاکستان میں یہی دو بنیادی چیزیں تھیں، تمام دنیا کے مسلمان بھائی بھائی ہیں اور لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اس کی بنیاد ہے اس واسطے یہ جھنڈا اللہ کے فضل وکرم سے کسی سیاسی جماعت یا کسی علاقے کا جھنڈا نہیں ہے یہ اسلام کا اور مسلم ملت کا جھنڈا ہے اللہ تعالی اس کو ہمیشہ سربلند رکھے، عافیت کے ساتھ رکھے اور ہمیں اس کو سربلند رکھنے کی توفیق عطافرمائے۔

قتل عام کیسا ہوا؟ قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کی دستاویزات وصول کرنے کیلیے لارڈ ماونٹ بیٹن کے پاس جہاں اِس وقت صوبائی اسمبلی ہے یہ اُس وقت قومی اسمبلی، پارلیمنٹ تھی۔یہاں قائداعظم محمد علی جناح نے لارڈ ماونٹ بیٹن، انگریزی وائسرائے سے دستاویزات وصول کیں اور اقتدار مسلمانوں کی طرف منتقل ہوا، اس تقریب میں شرکت کے لیے دیوبند کی دو اہم اور مشہور شخصیات محتشم صاحب اور محترم صاحب___ ہمیں آج تک ان کے چہرے یاد ہیں___ وہ بھی آئے ہوئے تھے اس تقریب سے واپس ہوکر جب وہ دہلی

پہنچے اور دہلی سے دیو بند آرہے تھے، ریل میں چار گھنٹے کا راستہ تھا تو ان کو چلتی گاڑی سے نیچے پھینک کر شہید کر دیا گیا صبح کا وقت تھا جب ان کی لاشیں پہنچیں تو پورے دیو بند میں کہرام مچ گیا۔ ادھر بہار میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا مشرقی پنجاب میں اتنے بڑے پیمانے پر قتلِ عام ہوا کہ آج بھی اس کی داستانیں بھلائی نہیں جاسکتیں۔ انہوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ مشرقی پنجاب میں کسی مسلمان کو زندہ نہیں چھوڑنا ہے ہمارے، بہت سارے عزیز مشرقی پنجاب میں تھے وہ ہجرت کر کر کے اپنی جانیں بچا بچا کر دریاوں میں تیرتے ہوئے، پیدل چلتے ہوئے، بیل گاڑیوں میں بیٹھ کر کس کس طریقے سے پاکستان پہنچے ہیں۔ دہلی میں قتل عام ہوا تو جو بیچارے مسلمان اپنی جان دہلی سے بچا سکے انہوں نے دیو بند کے راستے سے جی ٹی روڈ سے پیدل سفر کرنا شروع کیا، جی ٹی روڈ دیو بند سے گزرتا تھا، شیر شاہ سوری کا بنایا ہوا یہ روڈ کلکتے سے لے کر پشاور تک گیا ہے، وہ کچا تھا اس روڈ سے دہلی کے یہ قافلے گزرے، دیو بند اور مشرقی پنجاب سے ہوتے ہوئے انہیں لاہور پہنچنا تھا۔ ہمیں یاد ہے کہ جب وہ قافلے آرہے تھے تو ہمارے ہاں دیو بند میں یہ باتیں ہورہی تھیں کہ ان میں شہزادیاں اور اعلیٰ درجے کے شریف خاندان کے لوگ اور مالدار قسم کے لوگ ہیں، بیچارے دربدر ہو کر اپنی جان کی پناہ لینے کے لیے پاکستان کا سفر کر رہے ہیں، ہمیں ان کا استقبال کرنا چاہیے، چنانچہ دیو بند کے مسلمان ان کے لئے کھانے، سامان اور کپڑے وغیرہ کے تحفے لے کر وہاں پہنچے اور ان کو رخصت کیا۔ یہ سارے واقعات ہمارے سامنے کے ہیں لیکن جب وہاں پہنچے ہیں تو مشرقی پنجاب میں ان کا قتل عام ہوا ہے۔

یہ کثرت سے ہوتا تھا کہ اس زمانے میں دہلی سے مسلمانوں کو پاکستان لاہور پہنچانے کے لئے اسپیشل ٹرینیں چلتی تھیں وہ ٹرینیں ہوتی تو انسانوں کی تھیں لیکن جب لاہور پہنچتی تھیں تو ان میں لاشوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا۔ لاہور کے اسٹیشن پر ہڈیاں اور خون پہنچتا تھا وہاں شاذ و نادر ہی کوئی زندہ بچتا تھا یہی حال دہلی میں قتل عام کا ہوا یہی حال بہار میں ہوا اس سے اندازہ ہوا کہ ہندو ذہنیت نے مسلمانوں کے قتلِ عام کی کتنی بڑی زبردست تیاری کر رکھی تھی۔

پاکستان کے پاس بحیرۂ عرب کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے

اگر پاکستان نہ ہوتا تو مسلمانوں کی جائے پناہ کہاں تھی؟ کوئی جائے پناہ نہیں تھی اللہ تعالی نے پاکستان کو جائے پناہ بنایا۔ تقریباً ایک کروڑ انسان وہاں سے ہجرت کرکے یہاں پاکستان پہنچے ہیں۔ پھر یہی پاکستان تھا جہاں اب سے تقریباً چالیس سال پہلے برما میں فوجی انقلاب آیا، کمیونزم نے اپنے پنجے جمائے، وہاں مسلمانوں پر مظالم ڈھائے گئے، مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا تو برما، ارکان کے لوگ ہجرت کرکے پہلے مشرقی پاکستان پہنچے پھر وہاں سے یہاں پاکستان پہنچے، یہاں سے کچھ لوگ سعودیہ عرب پہنچے، ان کو پناہ پاکستان نے دی آج یہ برمی کالونی اور موسی کالونی اور کتنی کالونیاں برما کے مہاجرین کی آباد ہیں، یہ مسلم قومیت کا نتیجہ ہیں ورنہ یہاں اگر پاکستان نہ ہوتا تو ان کو پناہ دینے والا کوئی نہیں تھا۔

افغانستان پر کمیونزم حملہ آور ہوا اور گیارہ سال تک اپنی قسمت کو روتا رہا اور سر پھڑوا کر واپس ہوا لیکن تیس لاکھ مہاجرین افغانستان کو پاکستان نے پناہ دی، میں نے وہ شہر بھی دیکھا۔ پشاور اور نوشہرہ کے نزدیک اچھی خاصی بڑی بستی ہے، وہاں جنرل ضیاء الحق صاحب ؒ نے مہاجرین افغانستان کا انتظام کر رکھا تھا وہ پوری بستی تقریباً مہاجرین سے آباد تھی اس پوری بستی میں مہاجرین کے لیے بجلی مفت تھی، کوئی بل نہیں تھا۔ یہ مسلم قومیت کا نتیجہ تھا کہ ان کو پناہ پاکستان میں ملی اور بھی بہت سارے ممالک کے واقعات پیش آئے تو پناہ اللہ تعالی نے پاکستان کے ذریعے دی ہے، لیکن خوب سمجھ لیجیے اگر ہم نے اس پاکستان کی حفاظت نہ کی، اس میں کوتاہی کی تو ہمیں پناہ دینے والا کوئی نہیں ہے آپ کو تو مسلم ممالک کا ویزہ بھی نہیں ملتا۔ دس دن کا ویزہ لینا بھی آسان نہیں ہے، ہمیں اتنی بڑی قوم کو کون پناہ دیدے گا خدانخواستہ ہم پاکستان کی حفاظت نہ کر سکے تو سوائے بحیرۂ عرب کے ہمارے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے، اس واسطے پاکستان ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اس کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

پاکستان کے ساتھ محبت ہمارے ایمان کا بھی تقاضا ہے

پاکستان بننے کے بعد جب ہم نے ہجرت کی ہے تو مشرقی پنجاب کا راستہ تو بند تھا ہم کھوکھراپار سے راجھستان کے علاقے سے حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ چھ دن میں آئے یکم مئی کو چلے تھے چھ مئی کو ہم کراچی پہنچے ہیں۔ہم بچے تھے لیکن جو جو مناظر ہم نے دیکھے اور ہمارے اوپر حملے کرنے کی جو جو کوششیں ہوئیں وہ بھی ہمارے سامنے کی ہیں اور ہماری تاریخ کا ایک حصہ ہیں ان حالات میں اگر پاکستان کے ساتھ ہماری محبت والہانہ ہے تو ہمارے ایمان کا بھی تقاضا ہے واقعات کا بھی تقاضا ہے اور ہم نے جو حالات دیکھے ہیں ان حالات کا بھی تقاضا ہے۔یہاں پاکستان میں آکر ہمارے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی سب سے پہلی کوشش یہ تھی کہ پاکستان کا دستور اسلامی دستور بنے۔

والد صاحبؒ سے تحریک پاکستان کے زمانے میں جالندھر کے ایک جلسے میں پوچھا گیا کہ پاکستان کا قانون کیسا ہوگا تو والد صاحب نے بڑا حکیمانہ جواب دیا۔فرمایا کہ جیسے وہاں کے مسلمان ہوں گے ویسا وہاں کا قانون ہوگا اگر پکے مسلمان ہوں گے تو قانون بھی پکے مسلمانوں کا ہوگا کچے مسلمان ہوں گے تو قانون بھی کچا ہوگا بالکل یہی بات ہے جب تک ہمارے پاکستان کے بانی زندہ رہے قائد اعظم محمد علی جناح، قائد ملت لیاقت علی خان مرحوم،خواجہ ناظم الدین،سردار عبدالرب نشتر یہ حضرات تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنما تھے یہ حضرات مخلص تھے،اسلام کے لیے مخلص تھے،دین کے لیے مخلص تھے۔وطن کے لئے مخلص تھے۔

بورڈ آف تعلیمات اسلام کا قیام

چنانچہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے جلد سے جلد یہ کام شروع کیا کہ علماء کو جمع کیا والد صاحبؒ کو دیوبند سے بلایا اور اسی وقت ہم ہجرت کر کے ادھر آئے،مولانا مناظر احسن گیلانی صاحبؒ کو بلایا اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو دعوت دی جو یہاں رہے تھے اس کے

بعد پیرس چلے گیے تھے مشرقی پاکستان سے بعض علماء کو بلایا اور ان حضرات کو بٹھا کر کہا کہ آپ دستور کا مسودہ اور بنیادی اصول تیار کریں۔ اس کے بعد قائد ملت لیاقت علی خان مرحوم نے تعلیمات اسلام بورڈ قائم کیا علامہ سید سلمان ندویؒ کو اس کا صدر بنایا۔ ہماری اس وقت کی حکومت کا اخلاص دیکھیے کہ کیسی شخصیات کو انہوں نے تعلیمات اسلام کے بورڈ کا رکن بنایا۔ علامہ سید سلمان ندوی صاحبؒ کو صدر بنایا۔ والد صاحبؒ اور مشرقی پاکستان کے ایک بزرگ عالم کو رکن بنایا، اہل تشیّع سے مفتی جعفر حسین مجتہد کو اس کا رکن بنایا تا کہ اختلافات نہ ہوں چنانچہ بورڈ آف تعلیمات اسلام نے کئی سال کی محنت اور کوشش کے بعد جو مسودہ تیار کیا وہ متفقہ تھا اس میں کوئی شیعہ سنی کا اختلاف نہیں تھا یہ کس قدر بڑا کارنامہ تھا۔

آج لوگ یہ بات کہہ دیتے ہیں کہ صاحب آپ پاکستان میں اسلامی قانون چاہتے ہیں یا سنی کا چاہتے ہیں یا شیعہ کا چاہتے ہیں یا بریلوی کا چاہتے ہیں یا اہل حدیث کا چاہتے ہیں؟ یہ سارے ڈھکوسلے ہیں ان لوگوں کے جو پاکستان میں اسلامی نظام کا راستہ روکنا چاہتے ہیں اگر چہ مسالک اور فرقے مختلف ہیں لیکن ہمارے بزرگوں نے یہ سکھایا ہے کہ اپنا مسلک چھوڑو نہیں دوسروں کا مسلک چھیڑو نہیں چنانچہ مفتی جعفر حسین مجتہد نے کبھی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی، مفتی جعفر حسین ہمارے محلے کے قریب میں ہمارے پڑوس میں رہتے تھے کبھی یہ قصے پیش نہیں آئے۔

حالات کی خرابی کب سے شروع ہوئی؟

مجھ سے ابھی ایک چینل والے پوچھ رہے تھے کہ حالات کی خرابی کب سے شروع ہوئی؟ وہ شروع ہوئی اس طرح کہ جب قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کا انتقال ہوا تو ہم ان کے انتقال کے بعد گورنر جنرل ہاوس، جو اب گورنر ہاوس ہے، اس میں فاتحہ خوانی کے لیے گئے تھے۔ مولانا احتشام الحق تھانوی صاحبؒ اپنے مکتب کے سب طلبہ اور اساتذہ کو لے کر وہاں قرآن پڑھانے کے لیے لے کر گئے ہم بھی اس زمانے میں طالبعلم تھے، حفظ کرتے تھے ہم

بھی وہاں گئے اور گورنر جنرل ہاؤس کا ایک ایک کمرہ دیکھا کہ کہاں قائداعظم بیٹھتے تھے کہاں سوتے تھے۔ انتقال ہوگیا تو ان کی جگہ الحاج خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل بن گئے، یہ شخص بڑا نیک، پکا مسلمان اور بڑا شریف انسان تھا اور خاندانی شرافت کا حامل تھا۔ رمضان کا مہینہ آیا تو اس نے علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ سے درخواست کی کہ میں گورنر جنرل ہاؤس میں تراویح کا انتظام کروانا چاہتا ہوں علامہ عثمانیؒ نے ایک حافظ صاحب کو ان کے ہاں بھیجا انہوں نے تراویح سنائی۔ خواجہ ناظم الدین مرحوم ہر جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جیکب لائن کی مسجد میں آیا کرتے تھے، ہم جیکب لائن کی مسجد میں اس وقت حفظ کرتے تھے اور ہم دیکھتے تھے کہ ان کی چپل میں ٹکیاں لگی ہوئی ہوتی تھیں ایسے جوتے پہن کر آتے تھے، ایسے سادگی والے اور پکے مسلمان تھے۔

اس کے بعد ہوا یوں کہ بورڈ آف تعلیمات اسلام، علماء دین، لیاقت علی خان جو کام کرنا چاہتے تھے ان سب کے بالکل علی الرغم ایک لابی تھی جو اسلام کے کام کو پاکستان میں آگے بڑھانے کے لیے تیار نہیں تھی وہ لابی انگریزوں کے زمانے کے کچھ بیوروکریسی کے ذمہ دار افسران کی تھی ان میں سرفہرست گورنر جنرل غلام محمد تھا۔ شروع میں یہ وزیر خزانہ تھا۔ اس کی ہمارے والد صاحبؒ کے ساتھ نظام زکوۃ کے سلسلے میں جو میٹنگیں ہوتی تھیں ان میں بہت بحثیں مباحثے ہوتے تھے یہ ہر قدم پر رکاوٹیں ڈالتا تھا۔ ان کی ایک پوری لابی تھی جو لیاقت علی خان مرحوم، علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ، ہمارے والد صاحبؒ اور دیگر علماء کا مقابلہ کر رہی تھی اور ان کو کسی قدم پر آگے بڑھنے نہیں دیتی تھی۔ بورڈ آف تعلیمات اسلام نے جو رپورٹ پیش کی وہ پاکستان کے دستور کے بنیادی اصولوں سے متعلق تھی۔ ہمارے بورڈ آف تعلیمات اسلام کے بزرگوں نے وہ قوانین جمع کئے تھے جو اسلام نے بتائے ہیں اور الحمدللہ ۱۹۷۳ء کا دستور انہی نکات پر بنا ہوا ہے۔ یہ رپورٹ پیش ہوئی لیکن بنیادی اصولوں کی کمیٹی کے اندر وہ لابی کافی بااثر تھی انہوں نے بورڈ آف تعلیمات اسلام کی سفارشات کو نظر انداز کر کے اپنی من مانی رپورٹ پیش کی جس پر پورے ملک میں احتجاج کیا گیا، علمائے کرام نے

بھی کھل کر اس کے خلاف کہا اور والد صاحبؒ نے بھی بیان دیا۔ ایک وزیر نے یہ بیان دیا کہ ہم نے بورڈ آف تعلیمات اسلام سے مشورہ کیا تھا والد صاحبؒ نے بیان دیا کہ مشورہ کیا تھا لیکن مشورے کی کوئی بات قبول نہیں کی تھی یہ بات اگلے دن اخبار میں آئی۔ ہندوستان میں جو شملہ پہاڑی تھی اس کے قریب کسولی ہل اسٹیشن تھا۔ والد صاحبؒ گرمیوں کے کسی موسم میں وہاں گئے ہوئے تھے تو وہ شخص جو بعد میں اسمبلی کا سیکرٹری بنا اس کے والد نے ہمارے والد سے کہا کہ اس کو آپ کچھ فارسی اردو اور کچھ عربی پڑھا دیں تو والد صاحب کا وہ شاگرد تھا۔ بورڈ آف تعلیمات اسلام کا دفتر بھی اسمبلی کی عمارت میں تھا۔ والد صاحبؒ نے جب وزیروں کے خلاف یہ بیان دیا کہ ان دو وزیروں نے جو بات کہی ہے اتنی بات تو صحیح کہی ہے کہ ہم سے مشورہ کیا گیا تھا لیکن یہ آدھا سچ ہے اور باقی سچ یہ ہے کہ ہمارے کسی مشورے کو قبول نہیں کیا گیا تھا تو سیکرٹری والد صاحب سے ملا اور کہا کہ حضرت آپ نے کیا غضب کیا آپ سرکاری آدمی ہیں آپ نے وزیروں کے خلاف بیان دیدیا۔ والد صاحبؒ نے فرمایا کہ میں سرکاری آدمی ہوں؟ مجھے تو کسی نے نہیں بتایا کہ میں سرکاری آدمی ہوں۔ مجھے سرکاری آدمی ہونے کی ضرورت ہے بھی نہیں تمہیں ضرورت ہوگی۔ والد صاحبؒ کے چونکہ شاگرد تھے تو بے تکلفی سے کہا کہ جتنے میں تمہارا ایک بوٹ آتا ہے اتنے میں میرا ایک پورا لباس بن جاتا ہے۔ مجھے تو نوکری کی ضرورت ہے نہیں، تمہیں ضرورت ہے۔ میں کیوں دبوں؟ میں نے تو اپنا استعفاء پہلے سے تیار کر رکھا ہے جب کبھی میری آزادی میں خلل آنے لگے گا استعفاء پیش کردوں گا، ہم کبھی اپنے ضمیر کا سودا نہیں کرتے۔

خلاصہ یہ کہ لیاقت علی خان مرحوم نے بڑی پریشانی کا اظہار کیا، مسئلہ تو تھا کیونکہ اس لابی نے لیاقت علی خان کو دبا رکھا تھا یا یوں کہیے کہ یہ ان سے دب رہے تھے۔ ایک مرتبہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی صاحبؒ بھی تھے حضرت والد صاحبؒ بھی تھے اور بھی ہمارے کئی بزرگ تھے ان سب نے میٹنگ میں طے کیا کہ قرارداد مقاصد کا ایسا مسودہ تیار کیا جائے جس پر پورے دستور کی بنیاد ہو چنانچہ ان حضرات نے مسودہ

تیار کیا۔ اس مسودے کا ایک ورق اب بھی میرے پاس کاغذات میں ہے۔ جس پر علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کا بھی قلم لگا ہوا ہے بعض الفاظ میں والد صاحبؒ کا قلم لگا ہوا ہے بعض الفاظ میں ظفر احمد عثمانی صاحبؒ کا بھی قلم لگا ہوا ہے۔ جمعیت علمائے اسلام جو اس زمانے میں علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی قائم کردہ تھی اس کے لیٹر پیڈ پر ہے یہ ابتدائی کچا مسودہ تھا اس مسودے کو جب ان حضرات نے باہمی مشورے سے پکا کر دیا تو شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں اب لیاقت علی خان سے جا کر بات کروں گا کہ یہ آخری موقع ہے ہم پوری کوشش کر چکے ہیں۔ اگر آپ قرارداد مقاصد کو اسمبلی میں پیش کر کے منوا سکتے ہیں تو میں اسمبلی میں رہوں گا ورنہ استعفاء دے کر الگ ہو جاوں گا۔ یہ اتنی بڑی دھمکی تھی کہ وہ حکومت کے کے لیے ناقابل برداشت تھی کیونکہ اس وقت مسلمانوں میں یہ فرقہ بندی نہیں تھی دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی، اہل حدیث غیر اہل حدیث کی کوئی تفریق نہیں تھی علمائے کرام اور دین کی بات تھی۔ اپنے اپنے مسلکوں پر سب عمل کرتے تھے لیکن ایک دوسرے کے خلاف کوئی نہیں بولتا تھا سب مل کر دینی کام کرتے تھے۔ لیاقت علی خان مومن بھی تھے، ذہین بھی تھے اور باہمت بھی تھے انہوں نے کہا کہ حضرت آپ کے استعفاء کو تو ہم کبھی بھی برداشت نہیں کریں گے، آپ ایسا کیجیے کہ قرارداد مقاصد مجھے دیدیجئے میں اپنی طرف سے اسمبلی میں پیش کروں گا چنانچہ تاریخ طے ہوگئی، مجھے وہ دن عید کی طرح یاد ہے جب ہم سب کے سب اسمبلی میں وہ نظارہ دیکھنے کے لیے گئے کہ لیاقت علی خان مرحوم قرارداد مقاصد پیش کریں گے اور اس کی تائید میں علامہ عثمانی کی تقریر ہوگی، چنانچہ وہ عظیم الشان اجتماع تھا ہم بھی اوپر بالکونیوں میں سارے مناظر دیکھ رہے تھے بہت علماء اور طلباء گیے ہوئے تھے۔ الحمدللہ قرارداد مقاصد منظور ہوگئی جس میں اس بات کا اقرار کیا گیا کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہے پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں چلے گی۔ مغربی جمہوریت میں عوام کو حلال حرام کا اختیار دیا جاتا ہے۔ جس چیز کو عوام کی اکثریت حلال کہہ دے وہ حلال جس کو حرام کہہ دیں وہ حرام، یہ نہیں ہوگا، حاکمیت صرف اللہ کی ہے اور پاکستان کے عوام اور حکام پابند ہیں کہ کوئی عمل اللہ اور اس کے رسول کے

احکام کی خلاف ورزی میں نہ ہو کوئی قانون ایسا نہ بنایا جائے اور کوئی پالیسی ایسی اختیار نہ کی جائے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔

پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں ہے

آج بہت سارے لوگوں کو یہ اشکال بھی ہوا کرتا ہے کہ جمہوریت تو اسلام میں نہیں ہے پاکستان کو ہم جمہوری کیوں کہیں۔ ٹھیک ہے ہم جمہوری نہ کہیں تو اسلامی تو کہیں گے لیکن جمہوری کہنے میں بھی کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ یہ مغربی جمہوریت نہیں ہے یہ وہ جمہوریت ہے جو اللہ کے فضل وکرم سے اسلام، قرآن وسنت اور احکام الٰہی کے تابع ہے قرارداد مقاصد کے تابع ہے الحمدللہ قرار مقاصد منظور ہوگئی لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد شہید ملت لیاقت علی خان مرحوم کو راولپنڈی کے جلسے میں شہید کر دیا گیا، آج تک ان کے قاتل نہیں پکڑے گیے یہ وہ لابی تھی جو اسلام کا راستہ روکنے کے لیے تیاری کر رہی تھی قائداعظم پہلے ہی رخصت ہو چکے تھے اور اس کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جب قائداعظم کا انتقال ہو گیا تو خواجہ ناظم الدین کو تو گورنر جنرل بنایا گیا اور لیاقت علی خان وزیراعظم تھے، جب وہ شہید ہو گیے تو خواجہ ناظم الدین کو وزیراعظم بنا دیا گیا اور گورنر جنرل ہو گیے غلام محمد۔ اب اس طریقے سے اس لابی کی طاقت بڑھ گئی، انہوں نے خواجہ ناظم الدین کی حکومت کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور کارروائیاں کروائیں اور بہت بدنام کیا، نتیجہ یہ کہ غلام محمد نے خواجہ ناظم الدین کی حکومت کو ختم کر دیا اور اس کے بعد حکومتیں ویسی آتی گئیں جیسی آپ دیکھ رہے ہیں لیکن جن لوگوں نے پاکستان کے خلاف جیسا کیا ہے ویسا ہی ان کو بھرنا پڑا ہے۔

غلام محمد خان کا عبرتناک انجام

جب غلام محمد خان کا انتقال ہوا تو اس کے گھر والوں کی خواہش تھی کہ اس کی قبر مزار قائد اعظم کے پاس قائداعظم محمد علی جناح کے برابر میں بنائی جائے۔ قائداعظم کے جاں نثاروں

نے اس کی اجازت نہیں دی، کہا کہ ہم یہاں اس کی قبر نہیں بننے دیں گے۔ غلام محمد خان کے خاندان کے لوگوں نے کہا کہ ہم عارضی طور پر اور امانت کے طور پر اس کو گورا قبرستان جو یہیں کراچی میں عیسائیوں کا قبرستان ہے اس میں دفنا دیتے ہیں چنانچہ ان کو وہاں دفنا دیا گیا اس کے بعد پھر اس کے خاندان کے لوگوں نے یہ جگہ تبدیل کرنے کی کوشش کی، پتہ نہیں کہاں لے جانا چاہتے تھے، جب اس کی قبر کو کھودا گیا تو وہ سانپوں اور بچھوؤں سے بھری ہوئی تھی اللہ پناہ میں رکھے یہ بات مشہور تھی واللہ اعلم بالصواب کس حد تک یہ صحیح ہے کس حد تک نہیں لیکن یہ بات مشہور تھی۔

خلاصہ یہ کہ اس طریقے سے پاکستان کی لائن بدل گئی جو اصل بنانے والے لوگ تھے جنہوں نے جذبۂ اسلام سے سرشار ہو کر پاکستان بنایا تھا وہ رخصت ہو گیے یا ان کو رخصت کر دیا گیا پھر ان لوگوں نے اپنی من مانی شروع کی اللہ تعالی ہمیں توفیق دے کہ ہم اس نرغے سے پاکستان کو نکال سکیں۔

اللہ تعالی قربانیوں کو رائیگاں نہیں جانے دیتے

بہت سے لوگ پاکستان کے مستقبل کے بارے میں ناامیدی کا اظہار کرتے ہیں کہ بظاہر آثار نظر نہیں آتے لیکن میرا تو دل گواہی دیتا ہے اور میں کہتا بھی ہوں کہ اللہ کی رحمت سے قوی امید ہے، مایوس ہونے کی بات نہیں ہے اتنی قربانیاں پاکستان کے لیے دی ہیں، ہماری فوج نے ۱۹۶۵ء کے جہاد میں قربانیاں دی ہیں، رن کچھ کے جہاد میں جو قربانیاں دیں وہ ناقابل فراموش اور حیرت ناک ہیں، ۱۹۶۵ء کے جہاد میں غزوۂ بدر کی مثالیں تازہ ہوگئی تھیں عوام، فوج، علماء، اللہ والوں اور کروڑوں مسلمانوں نے اس کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ یہ قربانیاں کوئی زمین حاصل کرنے کے لئے نہیں تھیں۔ جو مہاجرین یہاں آئے تھے وہ وہاں بے گھر نہیں تھے، وہاں ان کے بھی گھر اور بڑے بڑے محلات تھے یہاں پیسے کمانے اور گھر بنانے کے لیے نہیں آئے تھے یہاں اسلام کے قلعے میں محفوظ ہونے کے

لیے آئے تھے پاکستان کو صحیح معنی میں اسلامی بنانے کے لیے آئے تھے الحمدللہ یہ قربانیاں دی گئی ہیں اور اللہ رب العالمین کی عادت کریمہ یہ ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ دی جانے والی قربانیوں کو رائیگاں نہیں جانے دیتے ان شاء اللہ وہ قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی حالات آرہے ہیں خراب اور بُرے بھی آرہے ہیں، اچھے بھی آرہے ہیں، امید کی کرن بھی نظر آتی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ روشنی آئے گی۔

اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیے

بنیادی بات یہ ہے کہ ہم سب کے سب اپنے گناہوں سے توبہ کریں ہماری عادت یہ ہوگئی ہے کہ حکمرانوں کی برائی کو ذکر کر کے بس اسی پر اختتام کر دیتے ہیں حالانکہ کتنے گناہ ہم خود کرتے ہیں ناپ تول میں کمی، تجارت میں فریب، ملازمت مزدوری میں کام چوری، حرام خوری، بدنظمی ہمارا وطیرہ بنا ہوا ہے، یہ تمام چیزیں ہم نے ایسی کر رکھی ہیں جو مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہیں ہم سب کو اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اپنے اعمال کی اصلاح بھی کرنی چاہیے، توبہ بھی کرنی چاہیے اور دعا کا بھی اہتمام کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آج یوم آزادی کے موقع پر بھی لاہور اور اسلام آباد میں تشویشناک صورتحال بن رہی ہے اس کے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کو ناکام کرے اور جن سازشوں کے تحت یہ سب کارروائیاں ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ ان سازشوں کو اور سازشیں کرنے والوں کو نیست و نابود کرے اور پاکستان کی حفاظت فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک الٹی سوچ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

بٹ کے رہے گا ہندوستان
بن کے رہے گا پاکستان
سینے پہ گولی کھائیں گے
پاکستان بنائیں گے
پاکستان کا مطلب کیا ؟
لاالٰہ الا اللہ !

یہ وہ ولولہ انگیز نعرے تھے جن کی گونج میں ہماری عمر کے لوگوں کی آنکھ کھلی...... آج بھی جب اس جوش اور جذبے کا تصور آتا ہے جو قیام پاکستان کے وقت بچے بچے کے دل میں موج زن تھا، تو قلب وروح کی گہرائیوں میں پاکیزگی کی ایک لہر اترتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، اسی مخلصانہ اجتماعی جذبے کی برکت تھی کہ پیچ درپیچ سازشوں کے عین درمیان اللہ تعالیٰ نے ہمالیہ کے دامن میں پھیلا ہوا یہ خطہ زمین ''پاکستان'' کی صورت میں ہمیں محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا، آج اس تاریخ ساز واقع کے سینتالیس سال گزر گئے اور جن حسین تصورات اور بلند ولولوں کے ساتھ یہ ملک حاصل کیا گیا تھا، جب ان کا موازنہ اپنے موجودہ حالات سے کیا جاتا ہے تو بیشک یہ محسوس ہوتا ہے کہ ۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا؟

سینتالیس سال کے اس طویل عرصے میں ہم ان پاکیزہ جذبات کی اعلیٰ سطح سے نیچے

گرتے گرتے کہاں جا پہنچے ہیں؟ اس کا اندازہ کرنے کے لئے کسی بھی صرف ایک دن کے اخبار کا مطالعہ کافی ہے، حالات کی خرابی اپنی جگہ ہے اور قوموں کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آیا ہی کرتے ہیں لیکن کسی بھی قوم کی زندگی میں سب سے زیادہ تشویشناک مرحلہ وہ ہوتا ہے جب حالات کی خرابی کے ساتھ ساتھ اس کی مت الٹی ہو جائے اور وہ اصلاح حال کی کوشش کرنے کے بجائے الٹی سمت میں سوچنا شروع کر دے، فانی مرحوم نے کسی ایسی ہی صورت حال کے لئے کہا تھا کہ ؎

ڈوبنے والوں کو موجوں نے بہت کچھ پلٹا
رخ مگر جانب ساحل نہیں ہونے پائے

لہٰذا موجودہ حالات کی خرابی سے زیادہ تشویش اس بات سے ہوتی ہے کہ ایسے حالات میں بھانت بھانت کی بولیاں قوم کو الٹی سمت میں سوچنے کا مشورہ دے رہی ہیں۔

مثلاً یہ عجیب وغریب معاملہ ہے کہ جب کبھی پاکستان ہماری بداعمالیوں کی بنا پر کسی المیئے سے دوچار ہوتا ہے یا اس کے سیاسی حالات خراب ہوتے ہیں، یا اپنے بدامنی یا باہمی جھگڑوں سے سابقہ پیش آتا ہے تو کہیں نہ کہیں سے یہ آواز ضرور اٹھنی شروع ہو جاتی ہے کہ یہ ملک بنا ہی غلط تھا اور وہ لوگ برحق تھے جو پاکستان قائم کرنے کے بجائے متحدہ ہندوستان کے قائل تھے، جب مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہوا تو اس وقت بھی یہ پروپیگنڈا بڑے شد ومد کے ساتھ کیا گیا کہ اس کے ساتھ ساتھ قیام پاکستان کا نظریہ بھی ٹوٹ گیا اور آج جبکہ ہم گوناگوں خلفشار سے دوچار ہیں، ایک بار پھر اسی قسم کی باتیں کی جارہی ہیں، سینتالیس سال بعد اس قسم کی باتوں کا بظاہر منطقی تقاضا اس کے سوا اور کیا ہے کہ جب ملک بنا ہی غلط تھا تو (خاکم بدہن) اب اس کے وجود کا بھی کوئی جواز نہیں اور آج اگر یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ جس بنیاد پر پاکستان قائم کیا گیا تھا، وہ بنیاد درست نہیں تھی تو پھر اس ''بھول'' کی تلافی کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ اپنی سابقہ غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ ملک چاندی کی کشتی میں رکھ کر ہندوستان کے حوالے کر دیا جائے۔ امانت ودیانت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی بات کا یہ

منطقی نتیجہ بھی برملا کہہ دیا کریں لیکن شاید ابھی صاف گوئی کا اتنا حوصلہ پیدا نہیں ہوا، اس لئے صرف پہلی بات کہہ کر اس کے نتائج سامنے کی فہم وبصیرت پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے اپنی بدعملی سے اس ملک کو جو اسلام کے مقدس نام پر خاص کیا گیا تھا، ایسے الجھے ہوئے مسائل کی سرزمین بنا دیا ہے جنہیں سلجھانے کا کام مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے لیکن یہ عجیب وغریب فلسفہ ہے کہ اس صورتحال کی ذمہ داری اپنی بدعملی کے بجائے اس نظریے پر ڈال دی جائے جس کے تحت یہ ملک بنایا گیا تھا اور اپنی بدحالی کا ذمہ داران رہنماؤں کو ٹھہرایا جائے جنہوں نے خون پسینہ ایک کر کے اس ملک کی تعمیر میں حصہ لیا تھا اگر ایک باپ اپنی اولاد کے لئے کوئی شاندار مکان تعمیر کر کے جائے اور بعد میں وہ اولاد آپس میں لڑ بھڑ کر اپنی نااہلی سے اس مکان کو خراب کر دے تو کیا اس خرابی کا قصوروار وہ باپ ہے جس نے اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی ہوئی دولت اس مکان کی تعمیر پر صرف کی؟ کیا کوئی شخص بہ قائمی ہوش وحواس یہ کہہ سکتا ہے کہ باپ نے یہ مکان بنا کر غلطی کی تھی؟ ظاہر ہے کہ ہر وہ شخص جس میں عقل وفہم کی ادنیٰ رمق ہے، یہی کہے گا کہ باپ نے تو مکان تعمیر کر کے احسان کیا تھا لیکن اولاد نے اس کی قدر نہ کی اور اپنی نااہلی سے اسے خراب کر ڈالا، لیکن نہ جانے بیچارے پاکستان نے وہ کونسا قصور کیا ہے کہ اس کے باشندوں کی ساری بداعمالیوں کا پشتارہ اس کے قیام کے بنیادی نظریے پر ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے؟ جہاں تک حالات کی خرابی کا تعلق ہے، ہندوستان کے حالات بھی آزادی کے بعد کوئی قابل رشک نہیں رہے، نظم وضبط سے لے کر امن وامان تک ہر شعبہ زندگی میں وہاں بھی انگریزوں کے زمانے کے مقابلے میں نمایاں انحطاط آیا ہے، رشوت ستانی سے لے کر قتل وغارت گری تک کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں آزادی کے بعد بے تحاشا اضافہ نہ ہوا ہو، لیکن حالات کی اس خرابی کی بناء پر یہ بات کوئی نہیں کہتا کہ ہندوستانیوں کا آزادی کا مطالبہ ہی غلط تھا اور انہیں کبھی انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہونا ہی نہیں چاہئے تھا لیکن حالات کی خرابی کا سارا غصہ غریب پاکستان ہی پر اتارا جاتا ہے کہ گویا اس کے قیام کا نظریہ ہی ان ساری خرابیوں کا ذمہ دار ہے۔

اگر لوگوں کی بداعمالی سے پیدا ہونے والی خرابیوں کی ذمہ داری کسی تحریک کے بنیادی نظریہ پر ڈالنے کا یہ فلسفہ ایک مرتبہ مان لیا جائے تو پھر یہ کہنا پڑیگا کہ وہ ہر مخلصانہ تحریک جو بالآخر خرابیوں شکار ہوئی اس کا ذمہ دار اس کا اصل بانی ہے کہ اس نے یہ تحریک چلائی ہی کیوں؟ پھر تو یہ کہئے کہ میر صادق کی غداری سے میسور کی جو سلطنت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلی اس میں اصل خطا کار سلطان ٹیپو تھے کہ انہیں یہ سلطنت بنانی ہی نہ چاہئے تھی، میر جعفر کی بداعمالیوں سے اگر بنگال ہاتھ سے نکلا تو اس کا ذمہ دار سراج الدولہ کو قرار دیتے کہ اس نے انگریزوں سے لڑنے کی پالیسی ہی کیوں اختیار کی؟ حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک جو بالآخر اپنوں کی غداری سے ناکام ہوئی، اس کے بارے میں کہئے کہ یہ تحریک چلی ہی غلط تھی، حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک ریشمی رومال جسے کچھ آستین کے سانپوں نے سبوتاژ کیا، کہہ دیجئے کہ اس کی بنیاد ہی غلط تھی اور ان سب کو دراصل انگریز کی غلامی پر قناعت کر کے بیٹھ رہنا چاہئے تھا، اگر آزادی کی ان تمام مقدس تحریکوں کے بارے میں، جو ہماری تاریخ کا جگمگاتا ہوا حصہ ہیں، یہ باتیں نہیں کہی جاسکتیں اور یقیناً نہیں کہی جاسکتیں، تو آخر تحریک پاکستان کا وہ کونسا جرم ہے جس کی بنا پر اس کے ساتھ یہ الٹا سلوک کیا جاتا ہے کہ 1947ء کے بعد جب کبھی ملک میں کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما ہو ساری ذمہ داری اس تحریک پر رکھ دی جائے؟

پھر جن خرابیوں کی بناء پر آج یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان بنا ہی غلط تھا، ان کے بارے میں یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ اگر پاکستان نہ بنتا اور اکھنڈ بھارت وجود میں آجاتا تو یہ خرابیاں کیوں رونما نہ ہوتیں؟ کیا وہی لوگ جو پاکستان میں رہ کر بددیانت، کام چور، بدعمل اور مفاد پرست ہوگئے، اکھنڈ بھارت کے ''مقدس'' سائے میں رہ کر فرشتے بن جاتے؟ اور ان سے وہ بداعمالیاں سرزد نہ ہوتیں جو آج پاکستان میں سرزد ہو رہی ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس صورت میں بھی مسلم اکثریتی علاقوں میں کم وبیش زمام کار انہی ہاتھوں میں ہوتی جن ہاتھوں میں آج پاکستان کی باگ ڈور ہے، فرق صرف یہ ہے کہ آج وہ ہندو اکثریت کی ''سرپرستی'' سے ''محروم'' ہیں اور متحدہ ہندوستان میں ان کے سر پر وفاق کی ہندو اکثریت کا ہاتھ ہوتا، لیکن

اگر یہ ہندو اکثریت کی ''سرپرستی'' ایسی ہی بابرکت شے ہے کہ اس کے نتیجے میں موجود تمام خرابیاں کافور ہوسکتی تھیں تو پاکستان کو چھوڑ کر آج بھی برصغیر کے تقریباً اسی فیصد علاقے کو یہ سرپرستی حاصل ہے کہ کیا وہاں یہ خرابیاں کافور ہوگئی ہیں؟ جن بدعنوانیوں، رشوت ستانیوں، قتل وغارت گری، فرقہ وارانہ تعصّبات اور لسانی گروہ بندیوں کا ہمیں پاکستان میں شکوہ ہے، کیا بھارت میں یا اس کے زیر سرپرستی علاقوں میں ان کا کوئی نام ونشان باقی نہیں رہا؟ اگر وہاں بھی یہ ساری خرابیاں موجود ہیں اور یقیناً موجود ہیں تو آخر کس بنا پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ پاکستان نہ بنتا تو ہمارے حالات اتنے خراب نہ ہوتے؟

بات دراصل یہ ہے کہ ہم نے اپنی بدعملی کی اصلاح سے فرار اختیار کرنے کے لئے یہ ایک بہانہ تلاش کیا ہے کہ حالات کی ساری ذمہ داری پاکستان کے تصور پر ڈال کر اپنے معمولات میں مگن ہوجائیں، یہ درست ہے کہ ہم نے پاکستان کی تعمیر اور حفاظت میں شدید غفلت اور مجرمانہ بےحسی سے کام لیا، جس کے نتیجے میں آج ہر شخص بےچین اور پریشان ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم پاکستان جیسی نعمت کی ناشکری شروع کردیں، آج کے گئے گزرے حالات میں بھی اگر ہر شخص اپنی ذاتی زندگی کا موازنہ قیام پاکستان سے پہلے کے حالات دیکھ کر یا اپنے ان عزیزوں دوستوں کے حالات سے کرے جواب بھی ہندوستان میں مقیم ہیں تو وہ محسوس کریگا کہ پاکستان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس پر ان گنت نعمتوں کی بارش برسائی ہے اور ان نعمتوں کے باوجود جو کچھ خرابی یا پریشانی ہے وہ ان نعمتوں کے غلط استعمال سے ہے، لہٰذا ساری توجہ اس بات پر مرکوز ہونی چاہئے کہ ان نعمتوں کی قدر کرکے ان کا صحیح استعمال کیا جائے اگر آج بھی ہم میں سے ہر شخص اپنی اپنی جگہ درست ہونے کا تہیہ کرلے تو پاکستان آج بھی پوری دنیا کے لئے ایک مثال بن سکتا ہے، اگر ایک شاندار مکان کو ہم نے شرارت وفساد کے ذریعے خراب کرڈالا ہے تو اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ اس گھر کو ڈھا دیا جائے، اس کا علاج یہ ہے کہ اس مکان کا ہر مکین اپنی سابقہ غفلت اور بدعملی سے تائب ہو اور اب پوری مستعدی اور دیانتداری سے اس کی تعمیر نو میں لگ جائے، ابھی وقت ہے کہ ہم اس

حقیقت کاادراک کرلیں، وقت گذرنے کے بعد حسرتوں سے کچھ نہیں ہوسکتا۔

❁..❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان کے قیام

اور اس کی تعمیر پر ایک نظر

تحریر

حضرت مولانا نجم الحسن صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صدر مجلس **صیانۃ المسلمین** پاکستان

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علیٰ

عبادہ الذین اصطفیٰ

آج کے پُرفتن دَور میں ذرائع ابلاغ پر جن لوگوں کا قبضہ ہے، اُن سے یہ توقع نہیں کہ وہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے اصل اسباب ومحرکات سے پردہ اُٹھائیں گے، نیز قوم کو یہ بتائیں کہ کن حضرات کی کوششوں اور کاوشوں سے تحریک پاکستان میں جان پڑی جس کی وجہ سے اس تحریک کو قبولیت عام حاصل ہوئی، اور یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

اس مختصر رسالے میں آج ہم اس مسئلے پر بات کریں گے تا کہ تاریخ پاکستان کے اس تابناک ورق کو دھندلانے، پس پشت ڈالنے اور قوم کے ذہن سے اوجھل کرنے کی جو ظالمانہ اور سفاکانہ کوشش کی جارہی ہے، اس کا پردہ چاک ہو، اور قوم کے سامنے اس تحریک کا صرف ایک ہی رخ نہ رہے، بلکہ دوسرا رُخ اور اصل حقائق بھی سامنے رہیں۔

پاکستان کا تصور

اگرچہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ پاکستان کا تخیل ابتداء لاہور کی شاہی مسجد کے پہلو میں اپنی آخری آرام گاہ میں سونے والے علامہ اقبال مرحوم کے قلم سے ۱۹۳۰ء میں سامنے آیا (لیکن یہ نام ''پاکستان'' ان کا تجویز کردہ نہیں بلکہ پیام اقبال کے ایک پر جوش علمبردار چودھری رحمت علی مرحوم کا تجویز کردہ ہے جو انہوں نے ۱۹۳۲ء میں پہلی بار تجویز کیا۔)

لیکن اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو یہ تصور، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے چودھویں صدی کے مجدد اور حکیم الامت حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز کے قلب مبارک پر القاء فرمایا، جیسا کہ اُردو کے صاحب طرز ادیب اور دنیائے

علم وادب کے مشہور ومعروف فرد مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مرحوم اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ: ''حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کو بعض معاصر علماء کی طرح ''جنگ آزادی'' ''جنگِ حقوق''،''آزادی وطن'' وغیرہ سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی ان کے سامنے مسئلہ سیاسی نہیں، تمام تر دینی تھا، وہ صرف اسلام کی حکومت چاہتے تھے ۱۹۲۸ء میں جب پہلی بار (اُن کی خدمت میں تھانہ بھون) حاضری ہوئی تو اس ملاقات میں حضرتؒ نے ''دارالاسلام'' کی اسکیم خاصی تفصیل سے بیان فرمائی تھی کہ ''جی یوں چاہتا ہے کہ ایک خطّہ پر خالص اسلامی حکومت ہو، سارے قوانین، تعزیرات وغیرہ کا اجراء احکام شریعت کے مطابق ہو، بیت المال ہو، نظام زکوٰۃ رائج ہو، شرعی عدالتیں قائم ہوں، وقس علیٰ ہذا۔ دوسری قوموں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے یہ نتائج کہاں حاصل ہوسکتے ہیں؟ اس مقصد کے لئے تو صرف مسلمانوں ہی کی جماعت ہونی چاہئے، اور اسی کو یہ کوشش کرنی چاہئے۔''

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ ''اسلامی سلطنت'' کا تصور سب سے پہلے حضرت تھانویؒ قدس سرہٗ ہی کے قلب مُبارک پر القاء ہوا۔

برصغیر میں جب آزادی کی تحریکوں نے زور پکڑا تو بظاہر اس گوشہ نشین درویش نے اپنی خداداد فراست اور فطرت کی عطاء کردہ بصیرت سے یہ فیصلہ کیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ خاموش رہنا مناسب نہیں بلکہ آج مسلمان جس کشاکش اور تشویش کی حالت میں پریشان ہیں، یہ حالت ایسی نہیں کہ اس کی طرف سے توجہ ہٹالی جائے، اور اس سلسلے میں ان کی کوئی رہنمائی نہ کی جائے چنانچہ جب برصغیر کی تاریخ میں وہ وقت آیا کہ آزادی کی جدوجہد اپنے آخری مراحل میں داخل ہوگئی تو اطراف وجوانب سے سوالات آنے شروع ہوگئے کہ اس

وقت اس جد وجہد میں شرکت کرنے کی کون سی صورت بہتر ہے ملک میں اس وقت دو ہی جماعتیں مؤثر تھیں۔ یعنی کانگریس اور مسلم لیگ، اِن میں سے کانگریس میں غیر مشروط شریک ہونے کے لئے علماء کرام کی رائے موجود تھی، جس سے حضرتؒ کو اختلاف تھا اور وہ اب تک اس سلسلے میں خاموشی اختیار کئے ہوئے تھے، بنا بریں جو لوگ ان سے وابستہ تھے وہ بھی خاموش تھے مگر اب حالات نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ نظر آرہا تھا کہ انگریز ملک چھوڑ کر چلا ہی جائے گا، لہٰذا مسلمانوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ کسی نہ کسی جانب شریک ہوں، چنانچہ حضرتؒ نے مسلم لیگ اور جمعیۃ العلماء ہند کے سربراہان (جو مسلمانوں کو کانگریس میں غیر مشروط شریک ہونے کا مشورہ دے رہے تھے) کے نام الگ الگ سوالنامہ ارسال کیا جس کا حاصل یہ تھا کہ دونوں جماعتوں میں مسلمانوں کی غیر مشروط شرکت سے جو جو خدشات تھے ان کا کیا حل ہے؟ خاص طور پر جمعیۃ العلماء ہند سے جس میں برصغیر کے چوٹی کے علماء کرام تھے، یہ سوال خاص طور سے کیا گیا کہ:

> ''اگر آپ حضرات کی تجویز کے مطابق تمام مسلمان غیر مشروط طریقے سے کانگریس میں شریک ہو جائیں تو اُن کے حقوق کے تحفظ کی آپ کے ذہن میں کیا صورت ہے؟ کیونکہ جب ہر معاملے کا فیصلہ کثرتِ رائے سے ہوگا تو وہاں اکثریت تو غیر مسلموں کی ہے، اس لئے ہمیشہ فیصلہ مسلمانوں کے خلاف ہی ہوگا، اس لئے کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ حضرات کانگریس سے الگ ہو کر مسلمانوں کی الگ تنظیم کا اعلان کریں اور اس طرح جمعیۃ العلمائے ہند صرف مسلمانوں کو منظّم کرے'' وغیرہ

ان سوالات کا جواب مسلم لیگ کی طرف سے تفصیلی آیا اور جمعیۃ العلمائے ہند کی طرف سے باوجود یاد دہانیوں کے کوئی جواب نہ آیا جس کے بعد حضرتؒ نے سیاسی جماعتوں میں شرکت کے سلسلے میں ایک فتویٰ جاری کیا جس میں بدرجۂ مجبوری کانگریس کے مقابلے میں مسلم لیگ میں شرکت کو ترجیح دی گئی اور واضح طور پر بتا دیا گیا کہ خرابیاں اور نقصانات مسلم

لیگ میں بھی ہیں، مگر بہر حال چونکہ اس وقت اور کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جو خالص مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہو، اس لئے بدرجۂ مجبوری مسلم لیگ میں شرکت کو ترجیح ہے اور علماء کو مشورہ دیا کہ وہ مسلم لیگ میں شریک ہو کر اس کی اصلاح کریں۔

دوسری طرف مسلم لیگ کے سربراہ مسٹر محمد علی جناح کی طرف ایک وفد بھیجا جس نے اُن کو اُن کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور ان سے وعدہ لیا کہ وہ ان ہدایات پر عمل کریں گے جو وقتاً فوقتاً حضرتؒ کی طرف سے دی جائیں گی، اس کے بعد مسلم لیگ کی طرف سے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس مورخہ ۲۳/ اپریل ۴۳ء دہلی میں شرکت کے لئے حضرت کو دعوت نامہ موصول ہوا کہ:

"آپ سے استدعا ہے کہ آپ اس موقع پر تشریف لاکر اپنے ارشادات سے مجلس کو ہدایات فرمائیں تو بہتر ہے لیکن اگر حضور تشریف نہ لاسکیں تو اپنے نمائندہ کو بھیج کر مشکور فرمائیں اور دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے رعب سے غیر مسلموں کے دلوں کو مسحور کردے اور ہمارا مطالبہ پاکستان منوادے تاکہ اسلامی سلطنت قائم ہوسکے۔"

حضرتؒ سخت بیمار تھے اس لئے تشریف لے جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا، اس لئے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا۔

مسلم لیگ کے عزائم معلوم کرکے اس آیت پر عمل کی توفیق ہوئی:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا	آپ فرمادیجئے کہ صرف اور صرف اللہ کے فضل اور رحمت پر ہی خوش ہونا چاہئے۔

(یعنی مسلمانوں کی تنظیم اور جہد وجہد کی خبر سے دِل کو خوشی ہوئی) لیکن اس کے ساتھ ہی اگر عذر نہ ہوتا تو اس آیت پر بھی عمل کرتا۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا	بھاگو (اللہ کی راہ میں) ہلکے اور بوجھل (جیسے بھی ہو)

(یعنی اگر آنے کے قابل ہوتا تو ضرور آتا، لیکن عذر کے سبب اس رُخصت پر عمل کی اجازت مل گئی:

لَيۡسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَ	کم طاقت والے لوگوں پر کوئی گناہ نہیں
لَا عَلَى الۡمَرۡضٰى وَلَا	اور نہ ہی بیماروں پر اور نہ ہی ان لوگوں پر
عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ	جن کو خرچ کرنے کو میسّر نہیں، جبکہ یہ لوگ
مَا يُنۡفِقُوۡنَ حَرَجٌ اِذَا	اللہ اور رسولؐ کی رضا کے لئے نصیحت
نَصَحُوۡا لِلّٰهِ وَلِرَسُوۡلِهٖ	کرتے ہیں۔

(یعنی معذوری کے وقت شرعاً نہ آنے کی اجازت ہے)

لیکن اسی کے ساتھ اس بات کا شرف حاصل ہوگیا کہ اپنی دو کتابوں کا پتہ دیتا ہوں جو اِنشاء اللہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے پیام عمل ہے، ایک ''حیوۃ المسلمین'' شخصی اصلاح کے لئے دوسری ''صیانۃ المسلمین'' جمہوری نظام کے لئے، ان کے مضامین اپنے موضوع میں گو رنگین نہیں لیکن سنگین ضرور ہیں، جن میں وہی فرق ہے جو ذوق اور غالب کے اشعار میں اور محمود علی خان اور محمد صادق خان کے نسخوں میں ہے، اور نمائندہ وہ کام نہ کرسکتا جو یہ کتابیں کرسکتی ہیں، مگر عمل شرط ہے، جیسے اعلیٰ درجے کا ماء اللحم بوتلوں میں بھرا ہو قیمتی ہے مگر نتیجہ خیز نہیں، اس کا نفع اس وقت ظاہر ہوگا، کہ جب حلق سے اُترے گا ورنہ بدون عمل کے یہ سب اس کا مصداق ہوں گی کہ۔ ع

نشستند و گفتند و بر خاستند

باقی دُعا ہر حال میں خصوص ان تاریخوں میں زیادہ اہتمام سے جاری رکھوں گا۔

اس مختصر میں تفصیل کی گنجائش کہاں؟ بہرحال اس سے قبل جھانسی الیکشن، امرتسر الیکشن، اور پٹنہ کے تاریخی اجلاس میں حضرتؒ نے مسلم لیگ کو جو ہدایات بھیجیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں، پٹنہ کے اجلاس ۳۸ء میں حضرت کا جو تحریری بیان حضرتؒ کے بھانجے محدث جلیل، فقیہ بے مثیل و عالم نبیل حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا وہ حسب

ذیل ہے۔

حضرات! اس وقت مسلمانانِ ہند جس دَور سے گزر رہے ہیں اور جن مشکلات کا ان کو سامنا ہو رہا ہے، باخبر طبقہ بخوبی اس سے واقف ہے اور خدا کا شکر ہے کہ عام طور پر مسلمانوں کے احساسات اس وقت بیدار ہو چکے ہیں، اِن مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے اپنی فہم وفراست کے مطابق مدبرانِ مسلم لیگ نے کچھ اسباب بھی اختیار کر رکھے ہیں اور مقام مسرّت ہے کہ وہ اِن اسباب میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں جو اس کی دلیل ہے کہ ان کا پہلا قدم اتفاقاً صحیح راستے پر پڑا ہے، غلط راستے پر نہیں، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کا پہلا قدم اتفاقاً صحیح راستے پر پڑ گیا ہے یا آپ نے قرآن وسنت کی روشنی میں اس کو اختیار کیا ہے، بہر حال جو بھی صورت ہو اس کے لئے آپ مستحق مبارکباد ہیں۔

آپ کا وہ پہلا قدم جو صحیح پڑا ہے، مسلمانوں کی جُداگانہ تنظیم ہے، جس کی سخت ضرورت تھی اور اس ضرورت سے کسی بھی عاقل کو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ عقلاً ونقلاً یہ مسئلہ اپنی جگہ پر ثابت ہو چکا ہے کہ جو قوم اپنی مستقل تنظیم نہیں رکھتی وہ دنیا میں باقی نہیں رہ سکتی، بلکہ دوسری اقوام میں مدغم اور منجذب ہو کر کالعدم ہو جاتی ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں کی مستقل تنظیم کی صورت یہ ہے کہ تمام مسلمان اسلامی جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں کیونکہ غیر اسلامی جھنڈے کے نیچے صرف مشترکہ تنظیم ہو سکتی ہے مسلمانوں کی مستقل تنظیم نہیں ہو سکتی، اس طرح مشترک تنظیم کا فائدہ ہمیشہ اکثریت کو پہنچتا ہے، اقلیت کو اس سے نفع نہیں ہو سکتا اگر وہ اپنی مستقل تنظیم سے محروم رہے۔

پس مدبرانِ مسلم لیگ نے بڑی دانشمندی سے کام لیا کہ مسلمانوں کی

جُداگانہ تنظیم کا اہتمام کیا، اس کے بعد ہی مشترک تنظیم سے ان کو فائدہ پہنچ سکتا ہے ورنہ وہ ہمیشہ دوسروں کے حاشیہ بردار بن کر ان کے رحم وکرم پر رہ جاتے اور کچھ دنوں بعد ان کی ہستی فناء ہو جاتی ......الخ

یہ پہلا قدم تھا جو مسلم لیگ نے صحیح اُٹھایا ہے، اس کے بعد ایک اور قدم اٹھانے کی ضرورت ہے جس کے بعد کامیابی وغلبہ کا سہرا آپ کے سر ہوگا......الخ

دوسرا قدم اس طرح اُٹھانا چاہئے کہ اس لشکر کو جسے آپ نے اللہ کے نام پر منظّم کیا ہے صحیح معنوں میں ''اللہ کا لشکر'' بنا دیجئے اس کے بعد یقیناً یہی لشکر کامیاب وفتح مند ہوگا۔

حضرات آپ نے ترقی کے بہت سے اسباب سُنے ہونگے، ذرا اس راستے کو بھی آزما کر دیکھ لیجئے جس کا تجربہ آپ کے اسلاف نے ہزارہا سال سے زیادہ عرصہ تک کیا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک وہ اس راستے پر قائم رہے، غالب رہے اور جس دِن اس راستے سے ہٹے اسی وقت سے پستی اور زوال ان کے سامنے آنے لگے، یہاں تک کہ نوبت اس حال کو پہنچ گئی جو ہمارے اور آپ کے سامنے ہے، تو کیا اب ہم کو ماضی کی طرف لوٹنے میں کسی دوسری حالت کا انتظار ہے؟ لِلّٰہ! اپنے حال پر رحم کیجئے اور اس سے زیادہ اپنے آپ کو تختۂ مشق نہ بنائیے۔''

اِن باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے مسلم لیگ کی حمایت غیر مشروط طور پر نہیں کی تھی بلکہ اس شرط کے ساتھ کہ جس طرح اُنہوں نے پہلا قدم صحیح اٹھایا ہے یا اتفاق سے اُٹھ گیا ہے دوسرا قدم بھی صحیح اٹھائیں یعنی ''وہ اپنے تمام نظام کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں۔'' جس کو مسلم لیگ نے دِل وجان سے قبول کیا تھا، کون نہیں جانتا کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی تائید سے قبل مسلم لیگ ایک جسدِ بے روح تھی، عوام میں اس کی کوئی

آواز نہیں تھی کیونکہ کوئی عالم اس کے ساتھ نہ تھا بلکہ ہندوستان کے چوٹی کے علماء جمعیۃ العلمائے ہند سے وابستہ تھے جو کانگریس کے ساتھ تھے، اور مسلم لیگ کے سخت خلاف تھے جس کی وجہ سے عام مسلمان بھی مسلم لیگ سے متنفر اور اس کے مخالف تھے اور عام طور پر مسلم لیگ کو حکومتِ وقت (یعنی انگریزوں) کی حامی جماعت سمجھا جاتا تھا اور دیکھنے والوں کو خوب یاد ہے کہ مسلم لیگ کے جلسے ڈپٹی کلکٹروں وغیرہ کی صدارت میں ہوا کرتے تھے جن میں سامعین کی ایک مختصر تعداد ہوا کرتی تھی، لیکن حضرت تھانویؒ کی تائید کے بعد علمائے کرام اور مشائخ عظام کی وہ عظیم جمعیت اور اُن سے منسلک عوام وخواص کا وہ جم غفیر جو حضرت تھانویؒ کی خاموشی کی وجہ سے اب تک خاموش بیٹھا تھا، ان کی تائید کے بعد یکا یک میدان میں آ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلم لیگ میں نہ صرف جان پڑ گئی (جس کا اعتراف اس زمانہ میں زعمائے مسلم لیگ نے بار بار کیا) بلکہ غیر منقسم ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتوں سے مسلم لیگ نے اپنا لوہا منوا لیا، اب مسلم لیگ کے جلسے بھی علمائے کرام اور مشائخ عظام کی صدارت وشرکت کے ساتھ ہونے لگے اور عوام میں اس کی مقبولیت بڑھتی چلی گئی، حالات کا مطالعہ دیانتداری سے کیا جائے تو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ مسلم لیگ کی کامیابی اور پاکستان بننے کا سہرا انہی حضرات کے سر ہے اگر حضرت تھانویؒ مسلم لیگ کی حمایت نہ فرماتے تو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد تھانویؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا جلیل احمد شیروانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا اطہر علی بنگالیؒ، مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا عزیز الرحمٰن ایبٹ آبادیؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا عبدالودود سرحدیؒ، مولانا عبدالوہاب ہاٹ ہزارویؒ، مولانا محمد اللہ (حافظ جی حضور) اور مولانا شمس الحقؒ ڈھاکہ، وغیرہم ہرگز میدان میں نہ آتے، اور دیگر علمائے کرام (جمعیۃ العلمائے ہند) جو میدان میں تھے ان کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت کبھی مسلم لیگ میں نہ آتی اور یہ کہ حضرت تھانویؒ کبھی بھی مسلم لیگ کی تائید وحمایت نہ فرماتے اگر زعمائے مسلم لیگ ان سے یہ وعدہ نہ کرتے کہ ہم دوسرا قدم بھی صحیح اٹھائیں گے۔

اظہارِ حقیقت

مگر بڑے دُکھ، نہایت کرب اور گہرے رنج وغم کے ساتھ اس تلخ حقیقت کا اظہار کیا جاتا ہے جس کا انکار ناممکن ہے کہ کامیابی کے بعد مسلم لیگ کے زعماء اور لیڈروں کے تیور بدل گئے اور وہ اپنے تمام وعدے بھول گئے جو انہوں نے حضرت تھانویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ وغیرہم سے کئے تھے، یہ داستان بڑی لمبی ہے اور بہت زیادہ المناک بھی، مگر اس کا نتیجہ، یا یوں کہئے کہ نحوست یہ ہے کہ آج مسلم لیگ کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے، اور عوام میں اس کی کوئی آواز نہیں، آج پاکستان کو جن مصائب الجھنوں اور خطرات کا سامنا ہے وہ سب کے سب مسلم لیگ کے پیدا کردہ ہیں اور اسی انحراف کی وجہ سے ہیں، کہ اُن ہدایات پر عمل نہ کیا گیا جو اس صدی کے مجدّد نے ان کے سامنے مخلصانہ پیش کی تھیں، اور ان حضرات نے ان کو دل وجان سے قبول کیا تھا۔

پاکستان بننے کے بعد اور قائد اعظمؒ کے انتقال کے بعد ان لوگوں نے علمائے کرام کو بے اثر بنانے کی کوششیں شروع کردیں جن میں وہ اس لئے کامیاب ہوگئے کہ ملک کے تمام وسائل پر انہی کا قبضہ تھا (اور ہے) نیز علمائے حق نے اس رنگ ڈھنگ کو دیکھ کر کنارہ کشی اختیار کی اور گوشہ نشین ہوگئے، کیونکہ نہ ان کو اقتدار کی ہوس تھی اور نہ کسی دنیوی غرض کے لئے انہوں نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا، نتیجۃً تمام پرانے سیاستدان اور نام نہاد علماء جو پاکستان کے بدترین مخالف تھے مسلم لیگ میں شامل ہوگئے اور پاکستان کے خیرخواہ بن کر آج تک پاکستان کی بنیادوں پر کاری ضرب لگا رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج ہمارا عزیز وطن خطرات پریشانیوں، اور بے چینیوں سے گھرا ہوا ہے۔

ہم پورے یقین پورے وثوق اور پورے اعتماد سے جانتے ہیں کہ جب تک اس راہ کو اختیار نہیں کیا جائے گا جس کو اپنانے کا وعدہ کیا جا چکا ہے کبھی بھی حقیقی کامیابی نہیں ہوگی۔

حق تعالیٰ کا یہی دستور ہے کہ انسان جب اللہ سے وعدہ خلافی کرتا ہے تو اس پر اللہ

کا غضب متوجہ ہوتا ہے جیسا کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری (جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مالدار ہونے کی دُعاء اس وعدے پر کرائی تھی کہ مَیں خوب صدقہ وخیرات کیا کروں گا اور نیک بن کر رہوں گا) کے بارے میں قرآن مجید کی درج ذیل آیات نازل ہوئیں جب کہ مالدار ہونے کے بعد اس کے تیور بدل گئے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

اور اُن میں سے بعض لوگ وہ ہیں جنہوں نے عہد کیا اللہ سے کہ اگر وہ ہم کو مال ودولت عطا فرمائے تو ہم ضرور ضرور صدقہ وخیرات بھی کریں گے اور ضرور ضرور نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مال ودولت عطا فرمادیا تو لگے بخل کرنے اس میں اور پیٹھ پھیر لی مُنہ موڑتے ہوئے تو (اس کی نحوست سے) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق بٹھا دیا قیامت تک کے لئے بوجہ اس کے کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ خلافی کی اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے رہے کیا نہیں جانتے، وہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی ظاہری باتوں اور چھپی سرگوشیوں کو جانتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے۔

ہم بحیثیت اس کے کہ ایک عام مسلمان ہیں، شاید ہماری کوئی حیثیت نہ ہو لیکن بحیثیت اس کے کہ ہم بفضلہٖ تعالیٰ حاملِ دین اور بحمد اللہ وارثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ہماری حیثیت بہت بلند ہے اور ہم اسی حیثیت سے ان حضرات کو خدا اور اس کے رسول کی طرف

سے حکم دینے کی پوزیشن میں ہیں کہ:

"بے چون وچرا اوربغیر حیل وحجت کے اسلام
اورشریعت مطہرہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیجئے
اورخدا اور رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کے لئے
سر جھکا دیجئے ورنہ انجام ناکامی ہی ہو گا."

وجہ یہ ہے کہ ختم نبوّت سے قبل ہر زمانے کے لئے ایک نبی بھیجا جاتا رہا، اب حسب اِرشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (بجائے انبیاء کے) ہر صدی کے لئے ایک مجدد بھیجا جاتا ہے اور یہ کہ جس طرح دین دُنیا کے وقتی مصائب سے نجات کا صحیح طریقہ ہر اُمّت کو اس کے نبی کی معرفت بتلا دیا جاتا تھا کہ اس اُمت کی صلاح وفلاح دینی ودنیوی اسی طریق کے اتباع میں منحصر ہوتی تھی، اسی طرح اب من جانب اللہ ہر صدی کے مسلمانوں کو اس صدی کے مجدد کے ذریعے یہ طریقہ (حضور ﷺ کی دی ہوئی شریعت کے مطابق) بتایا جاتا ہے جس میں اس اُمّت کی صلاح وفلاح دینی ودنیوی منحصر ہوئی ہے۔

اس سلسلے میں حضرت مجدد الملّت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے وہ الفاظ نقل کر دینا مناسب ہے جو اُنہوں نے اپنی کتاب ''حیوۃ المسلمین'' (جس کو دستور العمل بنانے کا مشورہ انہوں نے زعماءِ مسلم لیگ کو بھی دیا تھا) کی سببِ تالیف کے سلسلے میں تحریر فرمائے۔

وَحَرَّكَنِىْ عَلٰى ذٰلِكَ	اور مجھے اس جدید (یعنی حیوٰۃ المسلمین)
وَمَالَحِقَنِىْ مِنَ الْقَلَقِ	کے لکھنے کی طرف اس لئے توجہ ہوئی کہ
الشَّدِيْدِ عَلٰى سُوْءِ	چند دنوں سے مسلمانوں کی بدحالی کی وجہ
حَالِ الْمُسْلِمَنَ مُنْذُ	سے مجھے سخت قلق ہوا جس نے مجھے ہلا
اَيَّام بَحَيْثُ اَنْ عَجَنِىْ	کر رکھ دیا اور لاغر وکمزور بنادیا،
وَاَضْنَانِىْ فَاَخَذَ اللُّطْفُ	پس لُطف اِلٰہی نے میری دستگیری فرمائی

اُلْاِلْهِــیْ یَـدِیُ وَاَلْقٰـی فِیُ رَوُعِـیُ اَثُـنَاءَ صَلٰوةِالْفَجُرِ لِـعُشُـرِيُـنَ مِـنُ جُـمَـادی الاُوُلٰـی سَـنَةَ ثَـلٰـثَ مَـائَةٍ وَسِتٍّ وَّاَرُبَعِيُنَ بَعُدَ الْاَلُفِ مِنَ الُهِـجُرَةِ النَّبَوِيَّةِ مَـدُخَلِيَّةَ بَـعُـضِ الْاَعُـمَـالِ بِـخُـصُـوُصِهَـا فِیُ كَشُفِ بَـعُـضِ الْغُمَّةِ الَّتِیُ لَا طَاقَةَ لَهُـمُ بِهَا يَرُفَعُ بَعُضٌ مِّنُهَا الُـجَهُـلَ وَبَـعُـضٌ مِـنُهَـا الْاِفُلَاسَ وَبَـعُـضٌ مِـنُهَـا التَشُـوِيُــشَ وَهَـذِهٖ هِـیَ اُمَّهَـاتُ جَـمِيُـعِ الْبَلَايَـا وَالـرَّزَايَـا وَاَنُ اَكُتُبَ شَيْئًا مِـنُ ذٰلِکَ وَاُبُــلِـغَــهٗ الُــمُـسُـلِـمِيُـنَ مِـنُ دُوُنِ التَّــعَــرُّضِ لِـوَجُــهِ الُـمَـدخَـلِيَّةِ الُـمَـذُكُـوُرَةِ لِاَنَّ الُــمَـقُـصُـوُدَالـنَّـافِعَ لِـلُـعَـامةِ هِـیَ الُـمَسَـائِلُ لَا الــــدَّلَائِــــلُ

اور ۲۰ جمادی الاوّل ۱۳۴۶ھ کو نمازِ فجر میں میرے دِل میں اللہ نے ڈالا کہ بعض اعمال (شرعیہ) کو بعض مصیبتوں کے جن کے برداشت کی لوگوں کو طاقت نہیں دُور کرنے میں خاص دخل ہے (چنانچہ) ان میں سے بعض اعمال سے تو جہل رفع ہوتا ہے اور بعض سے افلاس اور بعض سے تشویش و پریشانی، اور یہی تینوں (یعنی جہل، افلاس اور پریشانی) تمام بلاؤں اور مصیبتوں کی جڑ ہیں پس ان تینوں کی اصلاح سے اور تمام باتوں کی بھی اصلاح ہوجائے گی، اور یہ بات بھی من جانب اللہ دِل میں آئی کہ ان اعمال میں سے کچھ لکھوں اور مسلمانوں کو پہنچاؤں اور اس امر کی (یعنی جہل وافلاس و پریشانی) کے وضاحت کی ضرورت نہیں کہ ان اعمال کو مذکورہ اُمور کے دفع میں کس طرح دخل ہے، کیونکہ عام لوگوں کے لئے نافع اور مقصود تو مسائل (اور اُن پر عمل) ہے نہ کہ ان کی دلیلیں اور خُدا تعالیٰ نے

وَرَجَّانِیْ کَونُہٗ نَافِعًا	مجھے اُمید دلائی کہ اس سے یہ بلائل
وَلِلْاَدْوَاءِ النَّازِلَةِ دَافِعًا	جاوے گی اور لوگوں کو نفع ہوگا سو اس سے
فَاَرَاحَ ذٰلِکَ جَاشِیْ وَاَرَاحَ	میرے دل کو سکون ہوا اور میرا غم ہلکا ہوا۔
مِنْهُ الْغَوَاشِیْ. الخ	

لٰہذا بلاخوفِ تردید کہا جاتا ہے کہ جب تک مسلمان اس راہ (یعنی تعلیماتِ شریعت) کو اختیار نہ کریں گے کامیابی سے ہمکنار نہ ہوں گے، کیونکہ مسلمان قوم کی کامیابی صرف خدا تعالیٰ کی تائید پر منحصر ہے، اور وہ بغیر اطاعت کے حاصل نہیں ہوتی۔

ابتدائے پاکستان سے حکومت کا بنظر غائر مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ پاکستان کے حقیقی بانیوں کا ذکر تک گوارا نہیں کرتے، جن علمائے کرام کے اسمائے گرامی اُوپر مذکور ہیں ان میں سب سے کسی کی خدمات کا اعتراف نہیں کرتے، اور جو قوم اپنے محسنوں کو پس پشت ڈال دیتی ہے، وہ کبھی بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتی۔

سچائی کی برکت

حکیم الامت مجدد الملّت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز نے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم کرنے کے صحیح اقدام پر جس کامیابی کی بشارت دی تھی وہ اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی کہ پاکستان بن گیا، اب اگر پاکستان کے کرتا دھرتا ان کے دوسرے مشورہ (یعنی مسلمانوں کو اللہ کا لشکر بنانے) پر بھی عمل کریں تو انشاء اللہ ان کی دوسری بشارت بھی ضرور پوری ہوگی۔

یعنی

”جس کے بعد کامیابی و غلبے کا سہرا آپ کے سر ہوگا“

نئی نسل

آج ہماری نئی اور نوجوان نسل کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ پاکستان بنانے میں حقیقی

کردار علمائے حق کا ہے جس کا اعتراف بانی پاکستان قائد اعظم اور اُن کے ساتھیوں نے برملا بار بار کیا۔

ہمارا فرض

ایسے حالات میں کہ حکومت اس فرض سے نہ صرف غافل ہے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر ان حقائق کو سامنے نہیں لانا چاہتی، یہی وجہ ہے کہ قائد اعظم کے مختلف بیانات اور اِن کی تقریروں کے مختلف جملے بار بار نشر اور شائع کئے جاتے ہیں، مگر ان کے اُن بیانات، فرمودات اور اقدامات کو نشر و شائع نہیں کیا جاتا جن میں اُنہوں نے علمائے حق کی خدمات واحسانات کا اعتراف فرمایا، اور عملی طور پر بھی ان کا اعتراف کیا، مثلاً

ا...... اسلامیہ کالج لاہور کے ایک جلسہ عام میں غالباً ۴۲، ۱۹۴۳ء میری موجودگی میں قائد اعظم نے فرمایا کہ:

"لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ پاکستان کا آئین کیا ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ چودہ سو سال پہلے کا آئین لاؤ جو اسلام کا آئین ہے وہی پاکستان کا آئین ہوگا"

۲...... حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی سے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ:

"قوم کو میری طرف سے پورا اطمینان دلادیں کہ میں نے قوم سے کبھی غدّاری نہیں کی جو میں نے پہلے بارہا کہا ہے وہ میں آج بھی کہتا ہوں کہ پاکستان کا نظام حیات اسلامی ہوگا، اور اس کا دستور کتاب وسنت کے موافق ہوگا"

۳...... ۲۷/ رمضان المبارک، ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو جب پاکستان کی سرزمین پر پاکستان کا جھنڈا لہرانے کا وقت آیا تو:

قائد اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان نے علمائے حق کی تاریخی

خدمات کے اعتراف کے طور پر پاکستان کی پرچم کشائی کا اعزاز مغربی
پاکستان میں علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اور مشرقی پاکستان میں علامہ
ظفر احمد صاحب عثمانیؒ کو دیا جنہوں نے تلاوت قرآن مجید اور مختصر
تقریر کے بعد اپنے متبرک ہاتھوں سے آزاد پاکستان کا پرچم لہرایا"

۴...... حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے مشورے سے پاکستان کا اسلامی دستور تیار کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حضرات کا انتخاب کیا گیا۔

مولانا سید سلیمان ندوی	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی
مولانا سید مناظر احسن گیلانی	ڈاکٹر حمید اللہ صاحب حیدر آبادی

ان حضرات کو پاکستان لانے کے لئے مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی سے درخواست کی گئی کہ وہ اِن سب حضرات کو پاکستان لائیں۔

۵...... مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، اور مفتی محمد شفیع صاحب کی موجودگی میں قائداعظم نے فرمایا:

"میں پاکستان کے مقدمے میں مسلمانوں کا وکیل تھا، اللہ تعالیٰ نے ان (میرے مؤکلوں) کو اس مقدمے میں کامیاب کیا، پاکستان ان کو مل گیا، اب میرا کام ختم ہوا اب مسلمانوں کی اکثریت وجمہوریت کو اختیار حاصل ہے کہ جس طرح کا چاہے نظام قائم کرے اور چونکہ پاکستان میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ یہاں نظام اسلامی اور اسلامی ریاست قائم ہو۔"

غرض قائداعظم کے ایسے بے شمار فرمودات ہیں جن سے پاکستان میں نظام اسلامی کے قیام کا وعدہ اور عزم ظاہر ہے جو علمائے حق کی کوششوں کے نتیجے میں سامنے آیا، نیز علماء حق کی خدمات کا اعتراف ہے، یہاں پھر یہ وضاحت ضروری ہے کہ چونکہ علمائے حق کو بحمد للہ نہ اقتدار کی ہوس ہے نہ مال ودولت کی، نہ نام ونمود کی اور نہ شہرت کی، اس لئے جب ان حضرات نے محسوس کیا کہ ہماری بات پر کان نہیں دھرا جاتا تو وہ اِن عناصر سے مایوس ہو کر

گوشہ نشین ہو گئے۔

اِن حالات میں ہمارا فرض ہے کہ

ہم ان حقائق کو اُجاگر کریں اور نئی نسل کو ان سے آگاہ کریں، اسی سلسلے کی کڑی ’’حکیم الامت‘‘ کی موجودہ اشاعت ہے جو محدود تعداد میں چھپ کر محدود ہاتھوں میں پہنچے گی جن میں سے کچھ حضرات تو اس کا مطالعہ ہی نہ کریں گے، اور بعض سرسری طور پر کریں گے، اور شاید کچھ لوگ فکر ونظر سے مطالعہ کریں اس ضرورت کو محسوس کریں اور اس آواز کو قوم وملت تک پہنچانے میں آگے بڑھیں، ہمارے پاس وسائل نہیں اس لئے آپ لوگوں کو آگے بڑھ کر یہ کام کرنا چاہئے۔

ہماری تمنا ہے کہ یہ مضمون اور اسی قسم کے دیگر مضامین لاکھوں کی تعداد میں چھپ چھپ کر مسلسل قوم وملت کو پہنچاتے رہیں، تا کہ یہ حقائق دھندلا نہ جائیں۔

حکومت سے ایک دردمندانہ اپیل

آج قوم جس انتشار، خلفشار، اختلافات، باہمی عداوت ونفرت اور بے راہ روی کی وجہ سے غیر یقینی اور مایوس کن حالات سے دوچار ہے، اس کا حل کیا ہے؟ عرصہ سے یہی حالت ہے اور بڑھتی ہی جارہی ہے، بظاہر حکومت بھی اس پر قابو پانے میں ناکام ہورہی ہے۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

باہمی اتفاق واتحاد اور الفت ویگانت پیدا کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ یہ ایسا سوال ہے کہ اس کا جواب غالباً مادہ پرست اور ظاہر بین حضرات کے پاس نہیں ہے، دلوں کو جوڑنے کا نسخہ صرف اسلام کی تعلیمات میں ہے، ارشاد خداوندی ہے کہ:

هُوَ الَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ	اُسی اللہ نے آپ کی تائید فرمائی اپنی مدد
وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ	سے اور مسلمانوں سے اور اُلفت ڈالی ان
قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِی	کے دلوں میں، اگر آپ روئے زمین کا

الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ	سارا کچھ خرچ کردیتے تو نہ الفت ڈال
قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ	سکتے اُن کے دلوں میں لیکن اللہ (ہی) نے
بَيْنَهُمْ ط (پ۱۰ع۴)	الفت پیدا کی ان میں۔

غور کیجئے اور بار بار غور کیجئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ذات کو خطاب ہے کہ جو عقل ودانش، سمجھ بوجھ اور تدبیر وحکمت میں یکتائے روزگار ہے کہ اگر تمام روئے زمین کے خزانے اور وسائل آپ کے قبضے میں ہوں، اور آپ ان کو اپنی حکمت وتدبیر سے اس کام کے لئے خرچ بھی کردیں کہ مسلمانوں میں (جو اُس وقت تھوڑے ہی سے تھے) اتفاق واتحاد اور ان کے دلوں میں باہمی محبت والفت پیدا ہوجائے تو بھی آپ کو اس میں کامیابی نہ ہوگی اور مسلمانوں میں یگانگت اور محبت واتفاق پیدا نہ ہوگا، مگر یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے کہ اس نے اپنے تصرف خاص سے ان میں باہمی الفت پیدا کردی۔

معلوم ہوا کہ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کرسکتا ہے، مادی وسائل سے نہیں ہوسکتا، نہ اتحاد واتفاق کی رٹ لگانے سے ہوگا نہ لیکچر دینے سے نہ شور وغل برپا کرنے سے نہ سچے جھوٹے وعدے کرنے سے نہ زبردستی اور طاقت سے، بلکہ اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کیا جائے اور اس کو راضی کرنے کے لئے سب کچھ قربان کردیا جائے تو وہ مہربان ہوکر یہ کام کردے گا۔

ورنہ یہ سوچئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا مدبر، عاقل، سیاستدان اور عظیم انسان، اور وسائل کا یہ حال، کہ روئے زمین کے تمام خزانے اور وسائل اُن کے قبضے میں، پھر وہ اپنی خداداد صلاحیتوں اور قدرت کی عطا کردہ بے پناہ بصیرتوں کو بروئے کار لاکر ان تمام وسائل کو اس کام پر لگادیں کہ مٹھی بھر مسلمانوں میں اتفاق واتحاد ہوجائے، تو پھر بھی کامیابی نہ ہوگی۔

تو کیا آج کسی کا یہ خیال ہے کہ وہ اس راہ سے ہٹ کر پروپیگنڈے یا طاقت یا پیسے کے زور پر دس بارہ کروڑ مسلمانوں کے دلوں میں یگانگت پیدا کرسکے گا؟ ہرگز نہیں، اگر یہ کام کرنا ہے تو اللہ کو راضی کرکے ہی کیا جاسکتا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ آج ملکی اور بیرون ملکی جو حالات ہیں اُن کے پیش نظر اتفاق واتحاد کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، ورنہ حالات روز بروز خراب سے خراب تر اور بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں، مسلمان مسلمان کے خون کا پیاسا ہوگیا ہے، اور سارا ملک قتل وغارت گری اور بدامنی کا گہوارہ بنتا جارہا ہے۔

قابل توجہ

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے جن دو چیزوں کو مسلم لیگ کو اپنانے کو کہا تھا وہ بحمد اللہ موجود ہیں، حکومت چاہے تو آج بھی ان کو اپنے منشور میں داخل کر کے خلوص نیت کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہو تو انشاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو ناکام نہیں بنا سکتی۔

الحمد للہ کہ ''مجلس صیانۃ المسلمین'' قائم ہے اور چند مخلص حضرات اس کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں، وسائل اور رجال کار نہ ہونے کے باعث اس کی آواز بہت کم لوگوں تک پہنچتی ہے۔

ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ مجلس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں اور ہر بڑے شہر میں اس کا مرکز قائم کر کے مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور اصلاح احوال کی توفیق عطا فرمائے، آمین

اِس مرتبہ پچھلی چاروں اشاعتیں بھی پیش کی جارہی ہیں۔

یہ مضامین زیادہ تر مندرجہ ذیل دو کتابوں سے ماخوذ ہیں

علمائے ربانی اور تعمیر پاکستان — از منشی عبدالرحمٰن چھلیک ملتان

مولانا اشرف علیؒ اور تحریک آزادی — از پروفیسر احمد سعید صاحب، لاہور

احقر نجم الحسن تھانوی عفی عنہ

اواخر رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

پاکستان ایک نعمت

تحریر

مولانا محمود اشرف عثمانی

استاذ الحدیث وخادم دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

نوٹ: یہ مضمون احقر کا مستقل مضمون نہیں بلکہ جناب مولانا محمد زاہد صاحب زید مجدہم استاذ الحدیث ونائب مہتمم جامعہ امدادیہ فیصل آباد کی ایک کتاب ''تحریک پاکستان کے دینی اسباب'' پر تبصرہ تھا، کئی احباب نے خواہش کی کہ اسے مستقل مضمون کی شکل میں شائع کرنا مناسب ہے کیونکہ اس میں بعض اہم باتیں آگئی ہیں۔

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ

۲۷/رجب ۱۴۳۵ھ

مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان اس وقت روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو دشمنان اسلام کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے، امریکہ ہو یا روس، اسرائیل ہو یا ہندوستان، پاکستان کو کمزور کرنے بلکہ پارہ پارہ کرنے میں پیش پیش نظر آتے ہیں اور اس اسلامی مملکت پاکستان کے خلاف ان کے دلوں میں بھرا ہوا زہر گاہے بہ گاہے ان کی زبانوں سے آشکارا ہو کر ان کے عزائم کو ظاہر کرتا رہتا ہے ﴿وَمَا تُخْفِي صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ﴾ دوسری طرف یہ اسلامی مملکت (جیسی بھی گئی گذری حالت میں ہے) اس وقت بھی عالم اسلام کے مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز اور ان کی آنکھوں کا تارا ہے، یہ وہ واحد اسلامی ملک ہے جس نے اپنی غربت اور تہی دامنی کے باوجود ایٹمی طاقت ہونے کا شرف حاصل کیا ہے جبکہ اقتصادی اور معاشی طور پر اس سے ہزار درجہ بہتر اسلامی حکومتیں اس میدان میں ابھی عمل کی ابتداء بھی نہیں کر سکی ہیں، یہ ٹھیک ہے کہ پاکستان اسلامی نظام کی طرف وہ پیش قدمی نہیں کر سکا جس کی توقعات اس سے باندھی گئی تھیں، لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ عالم اسلام میں یہ واحد اسلامی مملکت ہے جس نے روس جیسی ظالم سپر پاور کے سامنے مقدمۃ الجیش کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنے مسلم افغان بھائیوں کی غیر معمولی مدد کی اور روس کو نہ صرف ناکوں چنے چبوا دیئے بلکہ روس کو پارہ پارہ کر کے اس کی زیر نگین کئی اسلامی ریاستوں کو آزادی دلوادی اور یہ کیا امر واقعہ نہیں کہ جہادی تحریکوں میں پاکستانی تنظیمیں پیش پیش ہیں اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ پاکستان ہی میں اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام عدل کی آوازیں فضاؤں میں بلند ہیں جبکہ دنیا کی باقی اسلامی حکومتوں میں یہ آوازیں یا ناپید ہیں

یا دبی دبی سمٹی ہوئی ہیں؟

اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دنیا کی نام نہاد بڑی جمہوریتوں میں ایک اہم جمہوریہ ہند ہے، جہاں رہنے والے مسلمانوں کی تعداد بلاشبہ پاکستان میں پائے جانے والے مسلمانوں کی تعداد سے اب بھی کہیں زیادہ ہے، لیکن معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی بآسانی یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان معاشی طور پر زیادہ بہتر حالت میں ہیں یا پاکستان کے مسلمان؟ ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندوستان میں سیاسی، معاشی، معاشرتی طور پر زیادہ بہتر مقام حاصل ہے یا پاکستان کے مسلمانوں کو؟ اب بھی ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آنے والے خواہشمند نوجوانوں کی تعداد زیادہ ہے یا پاکستان سے ہندوستان جا کر بسنے والے خواہشمند لوگوں کی؟ پھر ہندوستان کے مسلمانوں کو اسلامی نظام کی زیادہ امید ہے یا پاکستانی مسلمانوں کو؟ جہاد، اسلامی نظام، نظام مصطفیٰ، اسلامی انقلاب کے نعرے ہندوستان کے شہروں میں سنائی دیتے ہیں یا پاکستان کے شہروں، قصبوں اور گلی کوچوں میں؟ اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کا احساس ہندوستان میں جا کر زیادہ ہوتا ہے یا پاکستان میں آکر؟

ان سب سوالوں کا ایک ہی جواب ہے کہ پاکستان اور اس کا مسلمان آج جس گئی گذری حالت میں ہے وہ پھر بھی اکھنڈ ہندوستان سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

یہ سب کچھ اس وقت ہے کہ جبکہ پاکستان ابھی اپنی اصل منزل ''پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ'' سے دور ہے لیکن اسلامی نظام نافذ نہ ہونے کے باوجود مسلمانوں کی غالب اکثریت پر شامل یہ ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' موجودہ حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت عظمیٰ ہے اور اگر یہاں اسلامی نظام عدل نافذ ہو تو نا معلوم اس کی عظمت و برکت کا کیا حال ہو!

یہ مملکت خداداد ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' بڑی کوششوں اور قربانیوں سے حاصل کی گئی، قیام پاکستان سے قبل نہ انگریز مسلمانوں کو اقتدار سپرد کرنے کے روادار تھے نہ ہندو مسلمان کو اقتدار میں دیکھنے کے خواہاں تھے، اس وقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

اوران کے خلفاء شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، محدث العصر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس مملکت کے قیام کے لئے اپنی سی کوششیں صرف کیں اور مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اگر انگریز اور ہندو گٹھ جوڑ کی وجہ سے پورے برصغیر پر مسلمانوں کا اقتدار ممکن نظر نہیں آتا تو کم از کم ایک خطہ ایسا حاصل کرلیا جائے جہاں مسلمان اکثریت میں ہوں اور اگر وہ کبھی اپنے علاقہ میں اسلام کی حکمرانی قائم کرنا چاہیں تو ان کے لئے ایسا کرنا ممکن ہو کیونکہ متحدہ ہندوستان اور ہندو مسلم جمہوریت میں اسلامی نظام کا خواب دیکھنا بھی ممکن نہ ہوگا (جیسا کہ اب جمہوریہ ہندوستان میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اور مساوی حقوق کے دعووں کے باوجود یہی صورت حال ہے) اس مقصد کے پیش نظر پاکستان حاصل کیا گیا۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ جو اکابر پاکستان کے حصول کے لئے کوشش کررہے تھے ان کے سامنے ترتیب کے ساتھ دو مقاصد تھے۔

۱......ایک ایسے علاقے کا حصول جہاں مسلمان واضح طور پر اکثریت میں ہوں۔

۲......اس علاقہ میں اسلامی معاشرہ اور اسلامی نظام کا قیام۔

ٹھیک اس وقت جبکہ اکابر علماء پاکستان کے حصول کے لئے جدوجہد کررہے تھے وہ صاف طور پر لوگوں سے یہ بات کہہ رہے تھے کہ ہم فی الحال پہلے مقصد کے حصول کے لئے کام کررہے ہیں، رہا دوسرا مقصد تو اس کے آثار موجودہ قائدین سے ہمیں نظر نہیں آتے، لیکن دوسرا مقصد حاصل ہونے کے لئے بھی پہلے مقصد کا حصول ضروری ہے اسی لئے پاکستان بننے کے بعد بھی ان اکابر علماء کو پاکستان کے لئے اپنی کوششوں پر کبھی افسوس نہیں ہوا کیونکہ وہ اپنے پہلے مقصد میں کامیاب ہوئے تھے اور وہ بذات خود بڑا مقصد تھا اور آج بھی بڑا مقصد ہے وہ جانتے تھے کہ مکمل اسلامی نظام نافذ نہ ہونے کے باوجود بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان جمہوریہ ہندوستان سے بہر حال بہتر ہے، پاکستان کا مسلمان ہندوستان کے مسلمان سے بہتر

ہے اور پاکستان میں اسلامی نظام کی کوشش کرنے والی تحریکیں، سیاسی جماعتیں، سیاسی گروپ، سیاسی قائدین، ہندوستان کی اسلامی تحریکوں سے بہر حال بہتر حالت میں ہیں اور کوئی ہوشمند اس کا انکار نہیں کرسکتا (کیا ہندوستان میں اس وقت اسلامی نظام اور جہاد اسلام کے لئے کوئی تحریک چلانا ممکن ہے؟؟)

احقر کے جد اقدس حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ متحدہ ہندوستان کی سیاست کے پیش نظر مقصد کی دو قسطیں کی گئیں، ایک یہ کہ کوئی زمین مسلمانوں کو مل جائے، مقصد کی یہ پہلی قسط مسلم لیگ کے جھنڈے تلے حاصل کی گئی، دوسری قسط یہ کہ اس کو ہموار کیا جائے اور اس میں وہ پودے لگائے جائیں جو احیاء اسلام اور اقامت شعائر اسلام کی خدمت انجام دیں، اس معاملہ میں چونکہ ان اکابر کا ذہن بالکل صاف تھا اس لئے جب پاکستان کی بقاء اور سالمیت اور اس میں اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کا معاملہ آتا تو وہ اسی ترتیب کے مطابق عمل کرتے، ان کی اولین ترجیح یہی رہی کہ پاکستان کو باقی رکھا جائے اسے مستحکم اور مضبوط بنایا جائے اور اس میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اپنی سی کوششیں جاری رکھی جائیں چنانچہ جس تحریک کے بارے میں انہیں ادنیٰ سا بھی شبہ ہوتا کہ اس کے نتیجہ میں اسلامی مملکت پارہ پارہ ہوسکتی ہے یا اس سے ملک کی سالمیت اور بقاء پر ضرب لگ سکتی ہے یہ حضرات اس کے ساتھ تعاون کرنے، اس کا حصہ بننے اور اس میں شامل ہونے سے پہلو تہی کرتے رہے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ مصر ہو یا سوڈان، شام ہو لیبیا، سعودی عرب ہو یا افغانستان، یا دنیا کا کوئی اور اسلامی ملک، اور وہاں اسلامی نظام کے لئے کوششیں ہو رہی ہوں یا نہ ہوسکتی ہوں، ان میں سے کسی ملک کے بارے میں یہ کبھی سننے میں نہیں آتا یہ بات چونکہ وہاں اسلامی نظام کے آثار نظر نہیں آتے اس لئے اس ملک کو باقی رہنے کا کوئی حق نہیں یا یہ کہ اس ملک کا قیام ہی غلط تھا، مسلمان اکثریت کا حامل کوئی بھی ملک ہو وہ ہمارے لئے نعمت ہے

ہمارے لئے یہ بات قابل شکر ہے کہ بحمداللہ وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، ہماری دلی دعا ہے کہ اسے باقی رہنا چاہئے اور یہ امید رکھنی چاہئے کہ شاید آئندہ نسل آکر اس ملک کو مثالی اسلامی شکل دے دے۔

مگر حیرانی کی بات یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان جو دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں بحمداللہ نمایاں اہمیت کا حامل ہے اس کے بارے میں یہ آوازیں سننے میں آتی ہیں کہ اس کا قیام ہی غلط تھا اور ''چونکہ یہاں ہماری امیدوں کے مطابق اسلام نافذ نہیں اس لئے اب اسے باقی رہنے کا بھی کوئی حق نہیں۔''

اور عجیب تر بات یہ ہے کہ یہ آواز پاکستان کے دشمن بددین لوگوں کی طرف سے نہیں بلکہ بعض ان حضرات کی طرف سے سنائی دیتی ہے جو اسلامی نظام، اسلامی انقلاب اور اسلامی مملکت کے خواہشمند بھی کہلاتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو ان حضرات میں بھی دو طرح کے لوگ ہیں پہلی قسم میں وہ حضرات ہیں جو دینی نظام سے گہری وابستگی کی بناء پر بعض اوقات جذبات میں آکر اس طرح کی بات کہہ جاتے ہیں، مگر جذبات ٹھنڈے پڑنے پر وہ دِل سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ پاکستان کی سالمیت، حفاظت اور اس کی بقاء سب سے مقدم ہے، اور پاکستان میں دینی نظام کا قیام بھی اسی وقت ممکن ہے جب پاکستان کا وجود باقی ہو، البتہ دوسری قسم میں وہ حضرات ہیں جو ابھی تک اپنے آپ کو ذہنی طور پر کانگریس اور مسلم لیگ کی شکست وفتح کے اثرات سے نہیں نکال سکے، ان کے تحت الشعور یا لاشعور میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ پاکستان نہیں بننا چاہئے تھا (یعنی متحدہ ہندوستان اس سے بہتر تھا) اور پاکستان بن کر کانگریس کو جو شکست ہوئی وہ نہیں ہونی چاہئے تھی، وہ کانگریس کی شکست کے پیچ وتاب ان کلمات سے نکالتے ہیں ''دیکھا ہم نہیں کہتے تھے کہ پاکستان میں یہ یہ ہوگا۔''

''مسلم لیگ کے قائدین اپنے چھ فٹے جسم پر تو اسلامی نظام نافذ نہ کر سکے یہ پاکستان میں کیا اسلام نافذ کریں گے'' ''ہم تو شروع سے ہی تقسیم کے خلاف ہیں'' وغیرہ وغیرہ۔ ان

حضرات کی شعوری یا غیر شعوری طور پر اب بھی شاید یہی خواہش رہتی ہے کہ کسی طرح پاکستان کی سرحدیں ختم ہوں، اکھنڈ جمہوریہ بھارت پھر سے قائم ہو، ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعروں کے ساتھ بس انگریزوں کے خلاف جہاد کیا جائے اور متحدہ ہندوستان میں جمہوری نظام کے لئے کوشش کی جائے، گویا پچاس سال قبل کے گذرے ہوئے وقت کو واپس لانے کی سعی لاحاصل کی جائے اور جو پانی پلوں کے نیچے سے بہہ چکا ہے اسے مچھلی کے جال سے پھر بھرنے کی کوشش کی جائے...... مؤخر الذکر ایسے حضرات کی تعداد اگر چہ اب بہت کم رہ گئی ہے لیکن بہر حال ان کی آواز ہے اور قومی لسانی عصبتوں کے حامل وہ بددین حضرات جو پاکستان کو واقعۃً توڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کی آواز اُن کی آواز کے ساتھ مل کر فضاء میں ارتعاش ضرور پیدا کرتی ہے۔

حالانکہ مضٰی ما مضٰی کے قاعدہ سے اب مسلم لیگ اور کانگریس کی فتح وشکست ماضی کا قصہ پارینہ بن چکی ہے، اس زمانے کے قائدین ادھر کے ہوں یا اُدھر کے، اپنے اپنے نامہ اعمال کے ساتھ اپنے رحیم وکریم پروردگار کے پاس پہنچ چکے ہیں، ادہر پاکستان کی نوجوان نسل کی غالب اکثریت اب ماضی کو دیکھنے کے بجائے مستقبل کی طرف بڑھتی نظر آرہی ہے، بالخصوص نوجوان ودیندار نسل کے سامنے اب مسئلہ یہ نہیں ہے کہ پاکستان صحیح بنایا غلط؟ بلکہ اس کے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ سیاست کے راستہ سے ہوگا یا تبلیغ کے راستے سے یا جہاد کے ذریعہ سے؟ اور اس مقصد کے لئے مطلوبہ قیادت سیاست کے میدانوں سے دستیاب ہوگی یا علم وعمل کے میدانوں سے؟ ہر مسلمان نوجوان قیادت کے لئے پاکستان کی سالمیت اور بقا اب بلاشبہ سب چیزوں سے مقدم ہے بلکہ اس کے بعد مسئلہ یہ ہے کہ کشمیر ہندوستان کے پنجہ سے کب اور کیسے آزاد کیا جائے؟ اور ہندوستان میں بسنے والے کروڑوں مسلمان وہاں ایک نئی اسلامی ریاست کو جنم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور موجودہ سپر پاور کی غلامی سے نجات کی صورتیں کیا کیا ہیں؟

لہٰذا سانپ گذرنے کے بعد لکیر پیٹنا محض فضول ہے، پاکستان آج سے پچاس سال قبل

بن چکا (بلکہ دشمنان اسلام اور دشمنان پاکستان کی سازشوں اور کوششوں سے نصف پاکستان علیحدہ ہو کر ایک نئی اسلامی مملکت کی شکل میں دنیا کے قطعہ پر نمودار بھی ہو چکا) اب یہ بحث بے معنی ہے کہ پاکستان بننا چاہئے تھا یا نہیں؟

مگر افسوس کہ بعض حضرات اس مردہ بحث میں جان ڈالنے کی کوشش کرتے ہی رہتے ہیں۔

۱۹۷۶ء کی بات ہے کہ جب احقر اپنے آبائی وطن لاہور میں مقیم تھا لاہور کے ایک دینی مدرسہ کے ذیلی اشاعتی ادارہ سے چند کتب ورسائل شائع ہوئے جن میں گھما پھرا کر قیام پاکستان کو غلط ثابت کرنے اور ان اکابر کی کوششوں کو مطعون کرنے کی کوشش کی گئی تھی جو قیام پاکستان کی جدوجہد میں شریک رہے، احقر اس کے قریبی زمانہ میں کراچی حاضر ہوا تو اپنے جد اقدس حضرت مفتی محمد شفیع قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ اس طرح کے چند رسائل لاہور سے شائع ہوئے ہیں میرا خیال ہے کہ کسی نئی تحریر کے بجائے ''کانگریس اور مسلم لیگ کی شرعی حیثیت'' کے نام سے آں مخدوم کا قدیم رسالہ ہی دوبارہ شائع کر دیا جائے تاکہ صحیح نقطہ نظر بھی لوگوں کے سامنے رہے۔

احقر کو یاد ہے کہ حضرت نے چند لمحہ کے لئے توقف کیا اور فرمایا کہ بھئی! اس پرانی بحث کو زندہ کرنے سے کیا حاصل؟ الحمد للہ پاکستان بن چکا ہے، اب اس قسم کی بحث فضول ہے، چنانچہ احقر نے حضرت کے مزاج کا خیال رکھتے ہوئے اس رسالہ کی مستقل اشاعت کا ارادہ ہی ختم کر دیا ...... پھر یہ رسالہ جواہر الفقہ میں حضرت قدس سرہٗ کی تالیفات کے مجموعہ میں شائع ہوا تو بھی حضرت نے اس کا سابقہ نام تبدیل فرما دیا اور ''کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ کے بجائے اسے ''غیر مسلموں کے ساتھ اشتراک عمل کی حدود'' کے نئے نام سے شائع کیا تاکہ پرانی بحث زندہ نہ ہو بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ اشتراک عمل کے شرعی احکام کی وضاحت ہو جائے تاکہ آئندہ بھی کافروں کے ساتھ اشتراک عمل کی ناجائز صورتوں سے مسلمان اپنے آپ کو بچا سکیں۔

یہ تو ہمارے اکابر کے طریق کی ایک جھلک ہے کہ پاکستان بننے کے بعد انہوں نے کبھی اپنی فتح کے راگ الاپنے یا مخالفوں کو غلط قرار دینے کی کوئی کوشش نہیں کی، بلکہ اگر مخالفین نے کبھی اپنی شکست کی جھنجھلاہٹ اتارنے کی کوشش بھی کی تو اسے طرح دے گئے اور ان کا جواب دینے سے بھی پہلو تہی کی، کیونکہ ماضی میں الجھنا اپنے آپ کو مستقبل کی طرف آگے بڑھنے سے روکنا ہے۔

اب اس کے مقابلے میں ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے، یہ واقعہ بھی خود احقر کے ساتھ پیش آیا، لاہور ہی میں احقر اپنے ایک بزرگ کے ہمراہ ملک کے ایک سیاسی دینی قائد کی خدمت میں حاضر ہوا...... اس وقت ملکی سطح پر ایک ایسا مسئلہ چل رہا تھا جس میں علماء کے اتفاق کی اشد ضرورت تھی یہ بزرگ ان سیاسی عالم اور دینی قائد کے پاس اسی مقصد کے لئے حاضر ہوئے کہ اس مسئلہ پر علماء کی یکجہتی متعین ہو سکے اور علماء کا موقف اس موضوع پر منقسم نہ ہو، جب ان کے سامنے بات پیش کی گئی تو انہوں نے سیاسی انداز کے مطابق ساری غلطی کا ذمہ دار دوسرے دھڑے کے علماء کو قرار دیا اور اپنے آپ کو ان جملہ اختلافات سے بالکلیہ بری الذمہ قرار دیدیا...... گفتگو اپنی انتہاء کو پہنچی تو ہم ان سے اجازت لے کر باہر آنے لگے تو انہوں نے ہمیں ایک نظر دیکھا اور مسکرا کر طنزیہ انداز میں فرمایا ''مولانا ہم تو شروع ہی سے تقسیم کے مخالف ہیں'' احقر کو حیرانی ہوئی کہ فی الوقت مسئلہ کیا ہے اور یہ کہاں الجھے ہوئے ہیں مگر اندازہ ہوا کہ یہ ابھی تک ماضی کی الجھنوں میں گرفتار ہیں اور قیام پاکستان کا زخم ابھی تک ان کے سینوں میں بھرا ہے۔

اس طرح کے بیانات مضامین گاہے بہ گاہے کسی کسی رسالہ میں شائع ہوتے رہتے ہیں، جن میں قیام پاکستان پر غصہ کے جذبات نظر آتے ہیں مگر الحمدللہ یہ بحث دوطرفہ رنگ اختیار نہیں کرتی کیونکہ قیام پاکستان میں حصہ لینے والے اکابر علماء کے غلاموں کو یہ حقیقت مستحضر رہتی ہے کہ ماضی میں الجھنا لاحاصل ہے اور یہ بھی ذہن میں رہتا ہے کہ آزادی ہند کے طریق کار کے بارے میں اس وقت جو اختلاف رونما تھا اس میں دونوں

طرف ایسے علماء اور اولیاء اللہ کے اسماء گرامی موجود ہیں جن کے تقدس، جنکی للّٰہیت اور جن کے اخلاص پر حرف گیری کرنا حرام سے کم نہیں اور اس بحث میں الجھنے سے ڈر ہے کہ کہیں زبان وقلم حدود سے متجاوز نہ ہو جائیں۔

اس لئے عام طور سے اس طرح کے مضامین اور بیانات اور طنزیہ جملوں اور ذو معنی عبارتوں سے صرف نظر کرنا ہی بہتر سمجھا جاتا ہے...... لیکن اس کے ساتھ کسی درجہ میں یہ بھی مناسب ہے کہ کبھی کبھار حق واضح کر دیا جائے تاکہ کتمان حق کے گناہ سے بھی بچا جا سکے...... اسی احقاق حق کی ایک صورت وہ ہے جو برادر مکرم جناب مولانا زاہد صاحب مدظلہم نے زیر تبصرہ کتاب میں اختیار فرمائی ہے، انہوں نے بہت مناسب الفاظ میں اکابر اولیاء کی شان وعظمت کا احترام کرتے ہوئے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ اور ان کے رفقاء کی نظر میں تحریک پاکستان کے دینی اسباب ومحرکات کا جائزہ لیا ہے، اور ان لوگوں کے موقف کی غلطی واضح کی ہے جو پاکستان کو مطعون کرتے رہتے ہیں یا قیام پاکستان کو غلط ثابت کرنا انگریزوں کے خلاف جہاد کا ایک حصہ سمجھتے ہیں، اپنی اس کتاب میں مولانا محمد زاہد صاحب مدظلہم نے بلاشبہ حدود کی رعایت فرمائی ہے بلکہ قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ سے دینی طور پر جو غلطیاں ہوئی ان پر تنقید کرنے میں بھی انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی، مولانا محمد زاہد مدظلہم نے اکابر کے طریق کے عین مطابق اپنی اس کتاب میں ماضی سے متعلق حقائق پر بھی صرف بقدر ضرورت ہی کلام کیا ہے، اور کتاب کے آخر میں (اب کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے) کے عنوان سے مستقبل سے متعلق طریق کار تجویز کرتے ہوئے چار اہم نکات پیش فرمائے ہیں جو کتاب کا خلاصہ اور بحث کا نچوڑ ہیں، امید ہے کہ اسے توجہ سے پڑھا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس احقاق حق پر مولانا مدظلہم کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے اُس خاموش طبقہ کی ترجمانی کرتے ہوئے، احقاق حق کا فریضہ انجام دیا ہے جو دین کی خاموش خدمت میں لگا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور انہیں صحت وعافیت کے ساتھ عمر دراز عطا

فرما کر سلف صالحین کا صحیح جانشین بنائیں (آمین) امید ہے کہ یہ کتاب نہ صرف یہ کہ توجہ سے پڑھی جائے گی بلکہ لائبریریوں میں اسے محفوظ کر لیا جائے گا۔ (ابوحماد)